17 تا 23 جولائی 2008ء/13 تا 19 رجب المرجب 1429ھ

شکست وریخت
زہد وقناعت
ثقیف قبیلے کا قبول اسلام
عثمانی سلاطین کا اسلامی کردار (II)
اتحاد کا راز
امریکہ کا ممکنہ حملہ اور پلان 2015ء
مسلمان بن کر وقت کی قدر کرو
تربیت اولاد کا اسلامی تصور
بدقسمت قوم
دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

پناہ کا واحد راستہ

میری رائے میں پاکستان کی بقا صرف اسلامی انقلاب میں ہے۔ البتہ جب تک کوئی انقلاب نہیں آتا، جمہوریت ہونی چاہیے، ورنہ چھوٹے صوبوں کے اندر احساس محرومی بڑھے گا۔ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ہو، جمہوری حقوق حاصل ہوں، مطالبوں کے لیے جلسے کریں، جلوس نکالیں تو غبار اندر سے نکل جاتا ہے، بھڑاس نکل جاتی ہے، ورنہ لاوا اندر ہی اندر پک کر پھٹ پڑتا ہے۔ البتہ ہمارے لیے پناہ کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم اسلام کی طرف پیش قدمی کریں۔ کسی بلند تر مقصد کے لیے انسان چھوٹے مفادات کی قربانی دے دیتا ہے۔ جب کوئی مقصد سامنے نہ ہو تو پھر مفادات اور مصلحتیں ہی رہ جائیں گی اور ان میں ٹکراؤ تو ہونا ہی ہے۔ ہماری محرومی ہے کہ ہم اسلام کی طرف سوچنے کو تیار ہی نہیں۔ خدارا سوچئے! وہ مقصد کہاں ہے جس کے لیے پاکستان بنایا تھا؟ نوجوان نسل سوال کرتی ہے کہ پاکستان کیوں بنایا تھا؟ جو ماحول بھارت میں ہے، وہی یہاں ہے۔ بینکنگ کا وہی نظام وہاں بھی ہے جو یہاں ہے۔ وہی ملٹی نیشنل تنظیمیں وہاں بھی ہیں، یہاں بھی ہیں۔ مسجدیں وہاں بھی ہیں، یہاں بھی ہیں۔ پھر آخر کیوں اتنی جانیں دے کر اور عصمتیں لٹا کر پاکستان بنوایا۔ میرے نزدیک ہمارے مسائل کا حل صرف توبہ میں ہے۔ انفرادی توبہ یہ ہے کہ اپنے کردار سے خلاف شریعت کاموں کو نکال دیا جائے۔ دوسری ہے اجتماعی توبہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ جائے گی اور قوم یونسؑ کی طرح اللہ تعالیٰ ہماری توبہ قبول فرمالے گا۔ قوم یونسؑ پر عذاب کے آثار شروع ہو گئے تھے لیکن انہوں نے توبہ کی اور اللہ نے ان پر سے عذاب ٹال دیا۔

بصائر

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ الانعام

(آیات:143۔144)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّــــُٔـوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِھٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٤﴾ ﴾

”(یہ بڑے چھوٹے چار پائے) آٹھ قسم کے (ہیں) دو (دو) بھیڑوں میں سے اور دو (دو) بکریوں میں سے (یعنی ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ)۔ (اے پیغمبر ان سے) پوچھو کہ (اللہ نے) دونوں (کے) نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں (کی) مادینوں کو یا جو بچہ مادینوں کے پیٹ میں لپٹ رہا ہو اُسے۔ اگر سچے ہو تو مجھے سند سے بتاؤ۔ اور دو (دو) اُونٹوں میں سے اور دو (دو) گایوں میں سے (ان کے بارے میں بھی اُن سے پوچھو کہ (اللہ نے) دونوں (کے) نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں (کی) مادینوں کو یا جو بچہ مادینوں کے پیٹ میں لپٹ رہا ہو اُس کو، بھلا جس وقت اللہ نے تم کو اس کا حکم دیا تھا تم اس وقت موجود تھے؟ تو اُس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ افتراء کرے تا کہ از راہِ بیدانشی لوگوں کو گمراہ کرے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

مشرکین کہتے تھے کہ گائے، بکری اور اونٹنی وغیرہ اگر زندہ بچہ جنتے تو صرف مرد کھائیں، عورتوں پر حرام ہے اور اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو مرد بھی کھائیں اور عورتیں بھی۔ تو یہاں اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ تمہارے ہاں عام طور پر آٹھ قسم کے چوپائے موجود ہیں۔ بھیڑ میں سے دو نر اور مادہ بکری میں سے دو نر اور مادہ۔ آپ اُن سے پوچھئے، اللہ نے کن کو حرام کیا ہے۔ ان کی مادہ کو حرام کیا ہے یا نر کو حرام کیا ہے یا جو ان کے رحم میں ہے اُس کو حرام کیا ہے؟ حرام اگر کوئی شے ہے تو سب کے لیے ہے اور اگر حرام نہیں ہے تو کسی کے لیے بھی نہیں۔ یہ جو تم نے نئے نئے قوانین بنا لیے ہیں وہ تم کہاں سے لے آئے ہو۔ اُن کی کیا سند ہے؟ مجھے یہ بات کسی علمی حوالے سے بتاؤ، اگر تم اپنے دعوٰی میں سچے ہو۔

اسی طرح اونٹ میں بھی نر اور مادہ دو ہیں اور گائے میں بھی دو ہیں۔ ان سے پوچھئے کہ اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو یا یہ کہ جو بھی ان ماداؤں کے رحم میں ہے، اُسے حرام کیا ہے؟ کیا تم موجود تھے جب اللہ نے تمہیں یہ قانون دیئے۔ (اگر ایسا نہیں) تو پھر اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ کر منسوب کرے، تا کہ کسی علم و تحقیق کے بغیر لوگوں کو گمراہ کرے۔ یقیناً اللہ ایسے ظالموں کو راہ یاب نہیں کرے گا۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

سب سے بُرا آدمی

عَنْ اَبِیْ عَمَامَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :((مَنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَۃً عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَبْدٌ اَذْھَبَ اٰخِرَتَہٗ بِدُنْیَا غَیْرِہٖ))(مشکوٰۃ، کتاب الآداب)

حضرت ابی عمامۃ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بُرا آدمی وہ ہے جو دوسرے کی دنیا بنانے کے لیے اپنی آخرت برباد کردے“۔

تشریح: بعض لوگ دوستی، رشتہ داری یا دنیاوی مفاد کے لالچ میں کسی ظالم کی حمایت کرکے، اسے دنیا میں فائدہ پہنچاتے ہیں، لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس سے ان کی اپنی عاقبت خراب ہوگئی۔ جو شخص ظالم کی اعانت کرتا ہے اور اس کے ہاتھ مضبوط کرتا ہے وہ اپنی خوشامدانہ پالیسی سے چاہے اس بدکردار کی دنیا سنوار دے لیکن آخرت میں یہ روسیاہ، بہت رسوا ہوگا اور اس کا شمار بدترین انسانوں میں ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیاسی، معاشی اور معاشرتی شکست وریخت

پاکستان کی حالت اِس وقت ایک بے لنگر جہاز اور ایک کٹی ہوئی پتنگ کی سی ہے۔ ہوا کے تھپیڑے اُسے اِدھر سے اُدھر لیے جارہے ہیں۔ بحری قزاق اِس جہاز میں داخل ہونے کے لئے تیاری مکمل کرچکے ہیں۔ یہ نوبت کیوں آئی؟ حقیقت یہ ہے کہ پاکستانی سیاسی بلوغت کا مظاہرہ تو ایک دن کے لئے بھی نہ کرسکے۔ 60 سال میں معاشی قوت بننے کے بے شمار سنہری مواقع ہم نے لالچ اور نااہلی کی وجہ سے گنوادیے۔ رہی سہی کسر حکومتوں کی لوٹ کھسوٹ نے نکال دی اور ملک آج دیوالیہ ہونے کو ہے۔ آزادی سے قبل مسلمانانِ ہند کا معاشرتی اور سماجی حصار بڑا مضبوط تھا۔ غلام ہندوستان کا غلام مسلمان شہری حکمران تہذیب کا ڈٹ کر مقابلہ کررہا تھا۔ اُس دور میں جن مسلمانوں نے مغربی تہذیب کو اپنایا، اُن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ لیکن آزادی کے بعد ہم نے تہذیب نو کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ ہم نے اندھادھند مغرب کی نقالی شروع کردی۔ لہٰذا کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا، کے مصداق ہماری معاشرت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئی۔

سیاسی لحاظ سے ہمارا ماضی شرمناک، حال المناک اور مستقبل ایک سوالیہ نشان ہے۔ پہلے نو سال سرزمین پاکستان بے آئین رہی۔ 1956ء میں ملک کو آئین نصیب ہوا۔ ابھی اِس کی عمر بمشکل ڈھائی سال ہوگی کہ خاکی وردی اور بھاری بوٹوں نے اُسے کچل دیا۔ عوام بھی اتنی بھولے اور سادہ تھے کہ وہ مارشل لاء کی زہرناکی اور مستقبل میں اُس کی تباہ کاریوں کو نہ سمجھ سکے۔ لہٰذا مارشل لا کے راستے کی دیوار بننے کی بجائے انہوں نے احمقانہ انداز میں پاک فوج زندہ باد کے نعرے لگائے۔ اگر عوام کا سیاسی شعور پختہ ہوتا تو وہ جان لیتی کہ فوج کو حکومتی امور میں اُلجھانا ایک گہری سازش ہے جو اسلام اور پاکستان دشمن بیرونی قوتوں کی تیار کردہ ہے۔ دشمن کامیاب ہوا۔ اِس مارشل لا کا اختتام پاکستان کی شکست وریخت پر ہوا۔ پاکستان دولخت ہوگیا۔ اور یہ سائیکل آج تک چل رہا ہے۔ چند سال سول حکومت رہتی ہے۔ وہ اپنے کرتوتوں سے عوام کی زندگی دوبھر کردیتی ہے۔ پھر مارشل لا آجاتا ہے تو عوام کو سیاست دانوں کا دور اچھا لگنے لگتا ہے۔ بہرحال نصف صدی پہلے لکھے گئے شہاب نامہ کی یہ بات درست ثابت ہوئی کہ اسلام دشمن عالمی قوتوں نے پاکستانی فوج کا پروفیشنلزم ختم کرنے اور عوام اور فوج کے درمیان خلیج پیدا کرنے کے لیے پاکستان میں فوج کو بار بار اقتدار میں لانے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔ دشمن کامیاب ہوا۔ ہمارے عوام اور قائدین اُس کی اِس سازش کا مقابلہ نہ کرسکے۔ آج نتائج ہمارے سامنے ہیں۔

پاکستان کی معاشی تاریخ اُس کی سیاسی تاریخ سے کچھ مختلف ضرور ہے لیکن انجام بدتر نہیں تو کم بُرا بھی نہیں۔ پاکستان کی معاشی حالت میں نشیب وفراز آئے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ پاکستانی روپے کی قدر بھارتی روپے سے بہتر تھی۔ عالمی غلبہ کی خواہش رکھنے والی قوتیں جنگِ عظیم دوئم کے بعد جان گئی تھیں کہ آئندہ جنگیں معاشی میدان میں لڑی جائیں گی۔ لہٰذا اپنے دشمنوں کو معاشی طور پر کمزور کرو۔ اسی نظریہ کی بنیاد پر بڑی آہستگی سے پہلے اوّلین دشمن کمیونسٹ حکومتوں کے امام سوویت یونین پر کام شروع ہوا اور قریباً چالیس سال کی زبردست محنت کے بعد اُسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ 1958ء یعنی قبل از مارشل لا پاکستان معاشی طور پر کمزور تھا، لیکن اُس پر بیرونی قرضے نہ ہونے کے برابر تھے۔ ایوب خان کو معاشی ترقی کا خواب دکھا کر قرضوں کے جال میں پھنسالیا گیا۔ پاکستان آج تک اِس دلدل سے خود کو باہر نہیں نکال سکا۔ بدعنوان سول اور فوجی قیادت نے اِن قرضوں کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کیا جبکہ یہ قرضے اور اُن کا سود قوم کے ذمہ پڑ گیا۔ آج پاکستان ساؤتھ ایشیا کے ترقی پذیر ممالک میں سے بھی بدترین معاشی حالت میں ہے۔ اگرچہ افراطِ زر بھارت اور بنگلہ دیش میں بھی بالترتیب 8 فیصد اور 11.5 فیصد ہے لیکن پاکستان میں 20 فیصد ہے۔ (باقی صفحہ 16 پر)

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 17 — 17 تا 23 جولائی 2008ء — 13 تا 19 رجب المرجب 1429ھ — شمارہ 29

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا--------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ساقی نامہ (ساتواں بند)

[بالِ جبریل]

خودی کے نگہباں کو ہے زہرِ ناب ... وہ ناں جس سے جاتی رہے اس کی آب
وہی ناں ہے اس کے لیے ارجمند ... رہے جس سے دنیا میں گردن بلند
فروفالِ محمود سے درگزر ... خودی کو نگہ رکھ، ایازی نہ کر
وہی سجدہ ہے لائقِ اہتمام ... کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام
یہ عالم، یہ ہنگامۂ رنگ و صوت ... یہ عالم کہ ہے زیرِ فرمانِ موت
یہ عالم، یہ بتخانۂ چشم و گوش ... جہاں زندگی ہے فقط خورد و نوش
خودی کی یہ ہے منزلِ اوّلیں ... مسافر! یہ تیرا نشیمن نہیں
تیری آگ اس خاکداں سے نہیں ... جہاں تجھ سے ہے، تو جہاں سے نہیں

(جاری ہے)

1۔ اقبال نے اِس بند کے اشعار میں فلسفۂ خودی کے محاسن اور اوصاف کو واضح کرنے کی سعی کی ہے۔ یہ اُن کا پسندیدہ موضوع ہے، جس کے حوالے سے بے شمار اشعار اور نظمیں انہوں نے تخلیق کی ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جذبۂ خودی کو اوجِ کمال پر پہنچانے کے لیے لازم ہے کہ خودی کے تحفظ کا دعویٰ کرنے والا شخص رزقِ حلال سے خود کو آسودہ کرے، اس لیے کہ رزقِ حرام اور ناجائز کمائی سے تو خودی کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

2۔ اِس شعر میں بھی اقبال سابقہ شعر کے مضمون کا اعادہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انسان کے لیے رزقِ حلال ہی عظمت و سربلندی کا سبب بنتا ہے۔ یہی اُس کی خودی کا کمال ہے۔ اسی مضمون کو انہوں نے قدرے مختلف انداز میں اس طرح بیان کیا ہے:

اے طاہر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو، پرواز میں کوتاہی

3۔ سلطان محمود غزنوی ہر چند کہ بڑا جلیل القدر اور بہادر سلطان تھا، اُس کے باوجود زندگی میں کامرانی کے لیے لازم ہے کہ اُس کی پیروی کرنے کی بجائے اپنی خودی کو بروئے کار لایا جائے۔ ایسا نہ کیا گیا تو ایاز کی طرح غلامی مقدر بن جائے گی۔

4۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہونے کے سوا غیراللہ کے لیے کسی سجدے کا اہتمام باعثِ قدر و تحسین نہیں ہوتا کہ یہ تو غلامی کے مترادف ہوگا۔ خودی کی تکمیل کے لیے یہی عمل ضروری اور ناگزیر ہے۔

5۔ یہ دنیا جو بظاہر رنگ و روشنی اور آوازوں کی غنائیت سے ہم آہنگ ہے، عملاً اس کا وجود فنا سے عبارت ہے، یعنی تمام حسن و رنگ کے باوجود بالآخر ہر شے کو فنا کے گھاٹ اُترنا ہے۔

6۔ یہ شعر اور اس کے بعد کے اشعار پچھلے پانچ اشعار کا تسلسل ہیں۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ دنیا تو وہ مقام ہے جہاں جو کچھ کہا جائے، اُس کو سُن لیا جائے، اور جس شے کا نظارہ ہو، اُس کو خاموشی کے ساتھ دیکھا جائے کہ یہاں جو زندگی رواں دواں ہے، وہ محض خورد و نوش تک محدود ہی نہیں، اس کی محتاج بھی ہے۔

7۔ یہ دنیا تو بلاشبہ خودی کی پہلی منزل ہے، اور اگر کہا جائے تو بے معنی بات نہ ہوگی کہ یہاں تو انسان ہر دم مسافرت میں ہے۔ اس کا کوئی مستقل گھر اور ٹھکانہ نہیں ہے۔

8۔ اے زمینی باشندے! یہ بھی جان لے کہ تجھ میں جو حرارت ہے، وہ اس دنیا کی خاک کی مرہونِ منت نہیں ہے، بلکہ خالقِ کُل نے تو یہ جہاں تیرے لیے ہی تخلیق کیا ہے اور تُو کسی مرحلے پر بھی اس کا دست نگر نہیں ہے۔

ایمان بالآخرۃ کا تقاضا: زہد و قناعت

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے 27 جون 2008ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت، زیرِ درس احادیث کے بیان اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! دین اسلام کی تعلیمات کا جو عملی پہلو ہے، اگر اُس کا لب لباب ایک جملے میں بیان کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ انسان طالب دنیا نہ ہو، بلکہ آخرت کا طلبگار ہو، جو حقیقی زندگی ہے۔ یہ بات قرآن حکیم میں کئی مقامات پر کہی گئی ہے۔ سورۃ القیامہ میں اللہ تعالیٰ نے شکوہ کے انداز میں نوع انسانی سے فرمایا:

﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝﴾

”نہیں، (تمہارا اصل مرض یہ ہے کہ) تم عاجلہ (دنیا) کو پسند کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔“

یہی بات سورۃ الاعلیٰ میں بایں الفاظ فرمائی گئی:

﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝﴾

”تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہت بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والی بھی ہے۔“

ہمارا دین ترک دنیا کی تعلیم نہیں دیتا کہ یہ رہبانیت ہے، جس کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے، لیکن وہ اِس بات کی پرزور تاکید کرتا ہے کہ انسان کی ترجیح دنیا نہ ہو، آخرت ہو۔ وہ دنیا کا خریدار نہ ہو، آخرت کا طلبگار ہو۔

سورۃ الکہف میں دنیا کی زیب وزینت اور اِس کی دلفریبیوں میں پڑ جانے سے انسان کو متنبہ کیا گیا ہے۔ یہ وہ سورۃ ہے کہ جس کی تلاوت کی دجال فتنے سے بچاؤ کے حوالے سے خصوصی اہمیت جتائی گئی ہے۔ اِس کی آیت 7 میں فرمایا:

﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝﴾

”جو چیز زمین پر ہے ہم نے اُس کو زمین کے لیے آرائش بنایا ہے، تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں، کہ اُن میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے۔“

یہاں دنیا کے ساز وسامان کو دنیا کی زینت و آرائش کہا گیا ہے۔ یہ زیب وزینت ہمارا امتحان اور آزمائش ہے۔ آیا ہم اِس کے عشق میں پڑ کر اپنی ساری توانائیاں دنیا بنانے کے لیے لگاتے ہیں، دن رات اِسی کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں، یا آخرت کے طالب بن کر دنیا کو بقدرِ ضرورت استعمال کرتے ہیں۔

دنیا کی زیب وزینت ہر دور میں انسان کے لیے دلفریبی کا سامان رہی ہے۔ آج کے دور میں تو دنیا اور بھی پرکشش اور حسین بن گئی ہے، اتنی حسین اور دلفریب کہ جس کا اِس سے پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ دنیا کا حسن دیکھنا ہو تو یورپ و امریکہ چلے جایئے، دوبئی اور ابوظہبی کی سیر کیجئے، سعودی عرب کو دیکھ لیجئے، دنیا کی زیبائش و آرائش آپ کو اپنی انتہا پر نظر آئے گی۔ ایسا لگتا ہے کہ دنیا کو دلہن کی طرح بنا سنوار کر آپ کے سامنے رکھ دیا گیا ہے۔ دنیا اور اُس کی زیب وزینت کے ذریعے اللہ ہمیں آزمانا چاہتا ہے کہ ہم اُس کی رضا اور اُخروی فلاح کو ترجیح بناتے ہیں یا پھر دنیا کی کششوں میں پڑ کر آخرت کو فراموش کر دیتے ہیں۔

رُخِ روشن کے آگے وہ شمع رکھ کے کہتے ہیں
اُدھر جاتا ہے دیکھیں، یا اِدھر پروانہ آتا ہے

قرآن مجید میں یہی بات ایک اور مقام پر بایں الفاظ فرمائی گئی ہے:

﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝﴾ (الملک)

”اُس (اللہ) نے موت اور حیات کو اِس لیے پیدا کیا، تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ دنیا میں مختلف انداز سے ہماری آزمائش کرتا ہے۔ کسی سے اسباب معاش چھین کر اُس کو آزماتا ہے کہ آیا میرا بندہ صبر کرتا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی نقصان ہو جائے، بیماری آ جائے، تکلیف آ جائے تو چاہیے کہ آدمی زبان پر حرفِ شکایت نہ لائے اور رضائے رب پر راضی رہے، یہ ایمان کا تقاضا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ صبر آسان نہیں، بلکہ بہت مشکل کام ہے۔ اِسی لیے اِسے عزیمت کا کام قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو دے کر آزماتا ہے کہ آیا وہ میرا شکر گزار بندہ بنتا ہے یا کفرانِ نعمت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، مثلاً صحت و تندرستی، مال و اولاد، اور جسم و جان کی صلاحیتیں۔ اُسے چاہیے کہ ان پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ امام راغب اصفہانی نے شکر کے تین درجے بیان کیے ہیں۔ ایک شکر باللسان ہے، یعنی انسان زبان سے شکر ادا کرے۔ دوسرے، شکر بالقلب ہے۔ آدمی کے دل میں اللہ کے احسان پر شکر کے جذبات پیدا ہوں اور اللہ کی عظمت قائم ہو جائے۔ اُس کے اندر احسان مندی کے جذبات ایسے اُبھریں جیسے کسی چشمے سے پانی ابل رہا ہو۔ تیسرے، شکر بالجوارح ہے، یعنی آدمی اپنے تمام وجود سے نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ نعمت کو صحیح صحیح استعمال کرے، اگر نعمت کا غلط استعمال کرے گا یہ تو ناشکری ہوگی۔ اللہ نے انسان کو جو نعمتیں دی ہیں، وہ بے شمار ہیں۔ اُن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن سب سے بڑی نعمت جو اُس نے عطا کی ہے، وہ کتاب ہدایت قرآن حکیم ہے، نعمت ہدایت ہے۔ اگر آپ نے قرآن کی طرف توجہ نہیں دی تو یہ کفرانِ نعمت ہے۔ یہ نعمت کی ناقدری ہے۔ یہاں یہ بھی واضح ہو کہ اگر ایک شخص نعمت ہدایت سے محروم ہے تو اُس کے پاس جو دوسری نعمتیں ہیں مثلاً مال و اولاد، صحت و تندرستی اور قوت

اقتدار، وہ عملاً زحمت بن جائیں گی۔ اِس لیے کہ ان کے ذریعے اُس کی آخرت تباہ ہوگی۔ اگر نعمت ہدایت سے محروم ہے تو وہ مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرے گا، بلکہ عیاشیوں میں خرچ کرے گا، اسراف و تبذیر کرے گا۔ چنانچہ مال کی نعمت اُس کے لیے آخرت میں وبال بن جائے گی۔ اِسی طرح اولاد ہے۔ اگر اُس کی اچھی تربیت کی، دین کے راستے پر لگایا، پھر تو یہ نعمت ہے اور اگر اُس کی تربیت سے غفلت برتی اور وہ گناہ و معصیت کے راستے پر چل نکلی تو زحمت بن جائے گی۔ اِسی طرح اگر ان کی بے قید محبت کی وجہ سے خود دین سے غافل ہو گیا تو بھی یہ خسارے کا باعث ہوگی۔

انسان کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ وہ اللہ کا محبوب بن جائے۔ محبوبیت خداوندی کا راستہ زہد و قناعت ہے۔

عَنْ اَبِی الْعَبَّاسِ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهٗ اَحَبَّنِيَ اللّٰهُ وَاَحَبَّنِيَ النَّاسُ، فَقَالَ: ((اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللّٰهُ، وَازْهَدْ فِيْمَا فِيْ اَيْدِي النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ)) (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابوالعباس سہل ابن سعد الساعدی ؓ سے روایت ہے: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جس پر عمل کرکے میں اللہ کا بھی محبوب بن جاؤں اور لوگوں کا بھی۔ (غور کیجیے، صحابی نے مقدم اللہ کی محبوبیت کو رکھا ہے) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”زہد اختیار کرو، اللہ تجھ سے محبت کرے گا اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے بے نیاز رہو، دنیا والے تجھے پسند کریں گے۔“

مطلب یہ ہے کہ اللہ کی محبوبیت کا راستہ یہ ہے کہ آدمی زہد و قناعت اختیار کرے، کم سے کم پر گزارا کرے اور زیادہ مال و اسباب کی ہوس میں مبتلا نہ ہو۔ اللہ جس حال پر بھی رکھے اُس کا شکر ادا کرے۔

اور لوگوں کے محبوب بننے کی صورت بھی یہ ہے کہ آدمی حرص و ہوس سے اجتناب کرے اور جو کچھ دوسروں کے پاس دیکھے، اُس کا لالچ نہ کرے، بلکہ بے نیازی کی روش اپنائے۔ اگر ایک آدمی دیکھے کہ فلاں شخص بہت دولتمند ہے، اور یہ چاہے کہ اِسی طرح مجھے بھی دولت ملنی چاہیے، تو یہ رشک ہے۔ یہ اگرچہ حرام نہیں ہے، لیکن یہ بات زہد کے منافی ہے۔ اس سے آپ کی عزت و احترام میں کمی واقع ہوگی۔ فرض کریں، آپ کسی دولت مند کے پاس بیمار پرسی کے لیے یا حقوق العباد میں سے کوئی اور حق ادا کرنے گئے، اور اُس نے یہ محسوس کیا کہ یہ شخص واقعتاً میری عیادت کے لیے آیا ہے۔ اِس کے اندر کوئی لالچ اور حرص و ہوس نہیں ہے، تو یقیناً وہ آپ سے محبت کرے گا۔ آپ کا مقام اُس کی نگاہ میں بلند ہو جائے گا۔ لیکن اگر اُسے یہ اندازہ ہوا کہ آپ اُس کی دولت سے مرعوب ہو گئے، اور آپ اُس کی ٹھاٹھ باٹھ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں، تو پھر اُس کے دل میں آپ کا وقار نہیں رہے گا۔ اخلاقی تعلیم کے حوالے سے زہد کی ہدایت ہمارے لیے بہت اہم ہے، لیکن زہد کی صفت آدمی میں تب ہی پیدا ہوگی جب وہ دنیا کا طالب نہ ہو، آخرت کا طلبگار ہو۔

ایک اور روایت جو بہت جامع ہے۔ اس میں بہت کم الفاظ میں بہت عظیم نصیحت فرمائی گئی۔ اِس حدیث کے راوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے میرے کندھے سے پکڑا اور فرمایا:

دنیا میں ایسے رہو گویا تم اجنبی ہو یا راہ چلتے مسافر۔ یہ روش ایمان کے منافی ہے کہ آدمی دنیا کے اندر غرق ہو جائے۔ دنیا میں نامور، صاحب اقتدار و اختیار بننے کی تمنا کرے اور اُسی کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں لگا دے۔ دنیا میں معاشی سٹیٹس کے لیے دن رات ایک کر دے۔ نہیں، بلکہ انسان کا اصل وطن تو آخرت ہے۔ دنیا عارضی ٹھکانہ ہے۔ عارضی کے لیے دائمی کو قربان کرنا دانشمندی نہیں۔ ایک سچے مومن کا معاملہ تو یہ ہونا چاہیے کہ ع بازار سے گزرا ہوا ہوں، خریدار نہیں ہوں

نبی اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث ہے جو اِسی طرح دنیا کی بے وقعتی کو واضح کرتی ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا سے کیا کام۔ میری مثال تو اُس سوار کی سی ہے جو کسی درخت کے سائے میں تھوڑی دیر کے لیے رکتا ہے، تاکہ تھکان دور ہو، پھر اُس درخت کو چھوڑ کر سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کا طالب بنائے، دلوں سے دنیا کی محبت نکالے اور زہد کی توفیق عطا فرمائے آمین

[محبوب الحق عاجز]

ڈاکٹر رفیع الدین فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام

ماہر فلسفی و معروف سکالر ڈاکٹر محمد رفیع الدین (مرحوم) کی معرکۃ الآراء کتاب

IDEOLOGY OF THE FUTURE

کا چوتھا ایڈیشن 1970ء کے بعد اب شائع ہو کر منظر عام پر آ گیا ہے

کتاب کا موضوع:

یہ کتاب انسانی جبلت اور انسانی عمل کے طبعی قوانین اور طریقہ کار کے مطالعہ پر مشتمل ہے جو تاریخ کے دھارے یا نظریاتی ارتقاء کے عمل کو متعین کرتا ہے۔ نیز یہ کتاب کارل مارکس، فرائڈ، ایڈلر اور میکڈوگل کے نظریات کے علمی مناقشے اور نقد پر بھی مشتمل ہے

☆عمدہ طباعت ☆خوبصورت ٹائٹل کور ☆406 صفحات مع انڈیکس

☆اعلیٰ جلد بندی ☆قیمت: 750 روپے

(مکتبہ خدام القرآن اور ڈاکٹر رفیع الدین فاؤنڈیشن سے سپیشل ڈسکاؤنٹ پر دستیاب ہے)

ہول سیلرز، پبلشرز اور بک سیلرز کے لیے خصوصی تعارفی قیمت

ملنے کا پتہ: مکتبہ خدام القرآن، K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور

یا۔ دفتر ڈاکٹر رفیع الدین فاؤنڈیشن: رابطہ نمبر فون: 042-5074598

ثقیف قبیلے کے وفد کی قبول اسلام کی شرائط

حافظ مشتاق ربانی

جب نبی اکرم ﷺ طائف سے نکلے اور زخمی حالت میں ایک باغ میں پناہ لی، تو ان کی زبان پر یہ دعا تھی: "اے اللہ! میں تیرے سامنے اپنی قوت کی کمی اور ذرائع و وسائل کی کمی اور لوگوں کے مقابلے میں اپنی بے بسی کا اظہار کرتا ہوں۔ تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تو ہی کمزوروں کا پروردگار ہے، اور تو ہی میرا بھی رب ہے۔ تو مجھے کس کے سپرد کر رہا ہے؟ کیا تو مجھے ایک ایسے دُور کے اجنبی کے سپرد کر رہا ہے جو میرے ساتھ بدسلوکی کر رہا ہے یا کیا تو مجھے ایسے دشمن کے حوالے کر رہا ہے جسے تو نے مجھ پر غالب کر دیا ہے۔ بہرحال اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو اس تشدد کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔ (اے اللہ) میں تیرے اس روئے انور کی پناہ چاہتا ہوں جس کے ذریعے تمام تاریکیاں چھٹ گئی ہیں، دنیا اور آخرت کے تمام کام درست ہو گئے ہیں۔ میں تیرے غیظ و غضب کے نازل ہونے سے ڈرتا ہوں، اور جب تک تو خوش نہیں ہوگا، مجھ پر یہ خوف غالب رہے گا۔ (اے اللہ) تو ہی مجھے طاقت اور توانائی بخشنے والا ہے۔"

آپ نے پھر بھی اہل طائف کے لیے یہ دعا کی:

((اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون))

"اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما، وہ بے خبر ہے۔"

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب آپ ؐ بے بسی اور لاچارگی کی کیفیت میں طائف سے واپس لوٹے۔ پھر آپ ؐ کی حیات طیبہ میں ایک دن وہ بھی آیا جب آپ ؐ اور آپ ؐ کے صحابہ ؓ نے طائف کا محاصرہ کیا اور جب آپ ؐ نے محاصرہ چھوڑا تو آپ ؐ نے دوبارہ اہل طائف کے لیے وہی دعا کی جو سفر طائف میں زخمی حالت میں ان کے لیے کی تھی، لیکن اب الفاظ یہ ہیں:

((اللھم اھد ثقیفا وأت بھم))

"اے اللہ! ثقیف کو راہ دکھا اور انہیں میرے پاس بھیج۔"

آنجناب کی یہ دعا قبول ہوگئی۔ اس کی عملی صورت یوں ہوئی کہ جب رسول اللہ ﷺ طائف کا محاصرہ چھوڑ کر جعرانہ روانہ ہوئے تو عروہ بن مسعود ثقفی نے (جو حضرت ابوجندل ؓ کے باپ تھے اور قبیلہ کے بڑے سردار تھے) اسلام قبول کرلیا۔ قبول اسلام کے بعد انہوں نے آپ ؐ سے اپنی قوم کو دعوت دینے کی اجازت طلب کی لیکن رسول اللہ ﷺ نے انہیں دعوت دینے سے روکا اور فرمایا: "وہ آپ کو قتل کر دیں گے"۔ لیکن عروہ نے کہا کہ میری قوم کو مجھ سے کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ محبت ہے اور وہ مجھے اپنا مقتدا مانتی ہے۔ چنانچہ آپ ؐ کی اجازت سے عروہ اس امید کے ساتھ کہ اُن کی قوم اُن کے کہے کو رد نہیں کرے گی، قوم کے پاس گئے اور اُسے دعوت دینا شروع کر دی، اور اپنے اسلام کا اظہار کر دیا۔ ان لوگوں نے اپنے سردار کو برا بھلا کہا۔ ایک دن عروہ نے اونچی جگہ پر چڑھ کر اذان دے دی۔ ایک شخص

> نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
> عروہ کی مثال صاحب یٰسین کی طرح
> ہے، جس نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف
> بلایا، تو لوگوں نے انہیں قتل کر دیا

اوس بن مالک نے انہیں تیر مارا، جس سے وہ شہید ہو گئے، لیکن فوت ہوتے ہوئے بھی عروہ نے اپنا خون معاف کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: عروہ کی مثال صاحب یٰسین کی طرح ہے، جس نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا، تو لوگوں نے انہیں قتل کر دیا۔

عروہ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد 9 ہجری کو ماہ رمضان میں قبیلہ ثقیف کا ایک وفد آنجناب ؐ کی خدمت میں قبول اسلام کے لیے حاضر ہو۔ اس واقعہ کو ابن القیم الجوزیہ نے اپنی کتاب "زاد المعاد" کی فصل "فی قدوم وفود العرب وغیرھم علی النبی ﷺ" میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ قبیلہ ثقیف کے لوگوں نے آپ ؐ کے سامنے قبول اسلام کے لیے کچھ شرائط پیش کیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ زنا اور بدکاری کی اجازت دیں، تو آپ ؐ نے فرمایا، وہ تو حرام ہے۔ آپ ؐ نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سنایا: "زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بہت بُرا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ" (الاسراء:32)

2۔ سود کی اجازت دیں۔ آپ ؐ نے فرمایا: تمہارے لیے اصل اموال ہیں۔ پھر آپ ؐ نے اس آیت تلاوت کی: "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو۔" (البقرہ 278)

3۔ شراب کی اجازت دیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام ٹھہرایا ہے اور آپ ؐ نے یہ آیت تلاوت کی: "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو۔ امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔" (المائدہ:90)

4۔ ان کے بت "لات" کو تین سال تک منہدم نہ کیا جائے۔ آپ ؐ نے انکار کر دیا۔ چنانچہ وہ برابر سوال میں تخفیف کرتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے ایک سال کے عرصہ کا مطالبہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ مسلسل انکار فرماتے رہے، یہاں تک انہوں نے ایک ماہ کے وقت کا سوال کیا کہ ان کے احمق لوگوں کی دلجوئی ہو سکے مگر رسول اللہ ﷺ نے اجازت نہیں دی۔

5۔ انہیں نماز سے معاف رکھا جائے، تو آپ ؐ نے فرمایا: جس دین میں نماز کا تصور نہ ہو، اس دین میں کوئی بھلائی نہیں۔

جب ان پانچوں مطالبات میں سے کوئی مطالبہ بھی پورا نہ ہوا، تو پھر بھی وہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے، لیکن ایک شرط یہ لگائی کہ لات کو وہ خود نہیں ڈھائیں گے۔ ان کی یہ فرمائش پوری ہوئی۔ آپ ؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ چنانچہ آپ ؐ نے لات کو منہدم کرنے کے لیے مغیرہ بن شعبہ ؓ اور ابوسفیان ؓ کو بھیجا، اور انہوں نے بت کو گرایا۔ لات کو ڈھانے کے دوران ایک دلچسپ واقعہ یہ پیش آیا کہ مغیرہ بن شعبہ ؓ نے کھڑے ہو کر گرز اٹھایا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: میں آپ کو ثقیف پر ہنساؤں گا۔ اس کے بعد لات پر گرز مار کر خود ہی گر پڑے اور ایڑیاں ٹیکنے لگے۔ یہ بناوٹی منظر دیکھ کر اہل طائف پر ہول طاری ہو گیا۔ کہنے لگے، اللہ مغیرہ کو

ہلاک کرے۔ اسے دیوی نے مار ڈالا۔ گویا جیسے حضرت ہودؑ کو ان کی قوم نے کہا: ''ہم تو سمجھتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں آسیب پہنچا (کر دیوانہ کر) دیا ہے۔'' (ھود:54) اتنے میں حضرت مغیرہؓ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اللہ تمہارا برا کرے۔ یہ تو پتھر اور مٹی کا تماشا ہے۔ پھر انہوں نے دروازے پر ضرب لگائی اور توڑ دیا۔ اس کے بعد سب سے اونچی دیوار پر چڑھے اور ان کے ساتھ کچھ اور صحابہؓ بھی چڑھے۔ پھر اسے ڈھاتے ڈھاتے زمین کے برابر کر دیا، حتیٰ کہ اس کی بنیاد کھود ڈالی، اور اس کا زیور اور لباس نکال لیا۔ یہ دیکھ کر ثقیف دم بخود رہ گئے۔

یاد رہے کہ وفد ثقیف نے زکوٰۃ اور جہاد کی بھی معافی کے لیے درخواست کی، جو آپؐ نے اس امید کے ساتھ قبول کی، کہ جب یہ لوگ ایمان لے آئیں گے تو زکوٰۃ بھی دیں گے اور جہاد بھی کریں گے۔ اور بعد ازاں ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ مغیرہؓ کہتے ہیں کہ ''میں عرب کے کسی خاندان یا قبیلے کی کسی قوم کو نہیں جانتا جن کا اسلام ان لوگوں سے زیادہ صحیح ہو''۔ اس بات کی شہادت ہمیں تاریخ سے بھی ملتی ہے کہ سرزمین پاک و ہند میں اسلام کے ورود کا دروازہ جس نوجوان کے بابرکت ہاتھوں کھلا، وہ ثقیف ہی کا ایک مایہ ناز فرد تھا یعنی محمد بن قاسم اور آج پاک و ہند میں کروڑوں فرزندانِ توحید موجود ہیں حالانکہ یہاں کسی بھی دور میں حکومت کی طرف سے تبلیغ کا منظم سلسلہ جاری نہ ہوا۔

وفد ثقیف کی قبول اسلام کی شرائط کے تناظر میں اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو ہماری ایمانی حالت بہت کمزور دکھائی دیتی ہے۔ آج ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ ایسا اسلام ہو، جس میں نماز روزہ کی پابندی نہ ہو، شراب پینے اور جوا کھیلنے پر کوئی قانون آڑے نہ آئے، سود کھانے اور بدکاری کرنے پر کوئی گرفت نہ ہو، فحاشی و عریانی کی محفلیں بھی سجیں اور ہمارے مسلمان ہونے پر بھی کوئی طعن نہ ہو۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اے ایمان والو، تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' (البقرۃ:208)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

یورپ میں عثمانی سلاطین کا اسلامی کردار (11)

سید قاسم محمود

سلطان محمد فاتح نے دنیا سے رخصتِ سفر باندھتے وقت اپنے بیٹے بایزید کو جو وصیت کی تھی، اُسے ترکی تاریخ کے تمام ماخذ نے نقل کیا ہے، وہ یہ ہے:

''اے بیٹے! زمین پر اسلام کو رواج دینا، زمین پر حکمرانی کرنے والے لوگوں کا فرض ہے۔ جہاں تک تیری ہمت ساتھ دے، تُو اللہ کے دین کو پھیلاتا جا''

''اے بیٹے! دین کے کلمے کو ہر کلمے پر بالا کر، دین کے کسی پہلو کے بارے میں غفلت نہ برت۔ جو لوگ دین کے ادارے سے دلچسپی نہ رکھتے ہوں، انہیں اپنے سے دُور رکھ۔ منکرات اور بدعات کے پیچھے دوڑنے سے پرہیز کر۔''

''اے بیٹے! علمائے حق کو قریب رکھ کر۔ اُن کی شان بالا کر۔ یہ لوگ نزولِ آفات کے وقت اُمت کا اصل توشہ ہوتے ہیں۔''

''اے بیٹے! مال و دولت اور لشکر کی بہتات تجھے کسی غرور میں مبتلا نہ کردے۔ تُو کسی معاملے میں شریعت کی خلاف ورزی پر نہ اتر آئے۔ دین کو مضبوطی سے تھامے رکھ۔ یہی ہماری کامرانیوں کا راز ہے۔''

تواریخ میں عثمانی سلاطین کے ''دستور'' کو نقل کیا گیا ہے، جس میں سلاطین کے فرائض اور ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں اور جس کی تمام سلاطین پابندی کرتے رہے ہیں:

1۔ سلطان شریعتِ اسلامیہ کے تمام احکام کی مکمل اطاعت کرے گا۔
2۔ وہ شریعتِ اسلامیہ کو بالاتر رکھے گا اور علمائے شریعت کا اعزاز و اکرام کرے گا۔
3۔ وہ مسلمانوں کے مقدس مقامات کی حفاظت کرے گا اور امورِ حج کی پوری توجہ سے تنظیم کرے گا۔
4۔ وہ دشمنوں کے حملوں سے اسلامی سرحدوں کا پوری طرح دفاع کرے گا۔

مؤرخ ڈاکٹر عبدالکریم دولتِ عثمانیہ کی انفرادیت اور تشخص پر بحث کرتے ہوئے واضح کرتا ہے کہ لوگ سلطان کے ساتھ پوری طرح چمٹے رہتے تھے۔ وہ ان کو متحد رکھتا تھا اور اس نے پورے ملک کو ایک متحدہ اکائی میں بدل دیا تھا اور افرنگی دشمن سے اُن کی حفاظت کرتا تھا۔ اُس نے عرصۂ دراز تک اسلام کا پرچم بلند کیے رکھا اور احکامِ شریعت کا اجراء کیے رکھا۔

سلطان سلیمان اعظم نے دولت عثمانیہ کے لیے جو ''قانون نامہ'' مرتب کرایا تھا، اُس میں یہ شرط رکھی تھی کہ وزارتِ عظمیٰ اور دیگر وزارتوں پر صرف وہ شخص فائز ہو گا جو نماز پنج گانہ پابندی سے ادا کرتا ہو گا۔ سلطان عبدالعزیز کے عہد (1869ء) میں ''مجلۃ الاحکام الشرعیۃ'' کے نام سے اسلامی قوانین کا مجموعہ مرتب کیا گیا جو اپنے دور کا بہترین تہذیبی ریکارڈ ہے۔

> سلطان سلیمان اعظم نے ''قانون نامہ'' میں یہ شرط رکھی تھی کہ وزارتِ عظمیٰ اور دیگر وزارتوں پر صرف وہ شخص فائز ہوگا جو نماز پنج گانہ پابندی سے ادا کرتا ہوگا

فرانسیسی مؤرخ دہ سون اٹھارویں صدی کے اواخر میں دولتِ عثمانیہ کے مختلف حصوں میں پچیس سال تک رہتا رہا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''زمانہ امن ہو یا حالت جنگ، سیاسی و انتظامی قانون کی بات ہو یا عسکری تنظیم کی، وزیر سے قصاص لینا ہو یا سپہ سالار سے، وزارت مُفتی کی طرف رجوع کرتی ہے اور زیر بحث معاملے میں اُس سے مشورہ لیتی ہے۔ اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ وزارت کے سامنے جب کوئی پیچیدہ مسئلہ آ جاتا ہے تو وہ مفتی کے ساتھ مذاکرات کرتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کسی حکم کے مطابق شریعت ہونے پر ہی اطمینان کافی نہیں ہے، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ امورِ مملکت میں علمائے دین کی طرف رجوع کیا جائے''۔

یورپی مؤرخ جونیان اپنی تصنیف ''تاریخ عالم'' میں لکھتا ہے:

''دولتِ عثمانیہ میں مفتی اسلام، شرعی اُمور ہوں یا شہری و انتظامی معاملات، دونوں میں حکومت کا مرجع ہوتا تھا۔ اس کا رُتبہ وزراء سے بالاتر ہوتا تھا۔ یہ روایت اُس

عمومی اسپرٹ کی بنا پر جاری تھی جو دین کو ہر دوسری چیز پر ترجیح دیتی تھی"۔

یہی وجہ ہے کہ مؤرخ گیونز اسلام اور ترکوں کے خلاف بغض اور کینے سے بھرے ہوئے لہجے میں یہ کہتا ہے کہ دولتِ عثمانیہ کا قیام دراصل مذہبی تعصب کا شاخسانہ تھا، جس سے ترک قوم کا ایک ایک فرد بھرا ہوا تھا۔

اس کے برعکس نامور ترک مؤرخ احمد رفیق اپنی ''تاریخ عمومی'' میں لکھتا ہے:

''سلطنت بازنطینی کے جو شہر فتح ہو جاتے تھے، اُن کے باشندے ترک مسلمانوں کو فاتح نہیں سمجھتے تھے، بلکہ انہیں بازنطینی سلطنت کے جبر و تشدد کے چنگل سے نکالنے والے نجات دہندہ سمجھتے تھے۔''

امریکی مصنفہ ڈاکٹر میری ملز پیٹرک اپنی کتاب ''سلاطینِ آلِ عثمان'' میں اپنے مسیحی تعصب اور اسلام دشمنی کے باوجود سلطان محمد فاتح کی حیرت انگیز رواداری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتی ہے:

''سلطان محمد فاتح نے کہا تھا کہ میں اللہ کی مسجدوں کی حرمت کی قسم کھا کر کہتا ہوں، جن میں ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں کہ میں عیسائی رعایا کو یہ ضمانت دیتا ہوں کہ وہ بے روک اپنے کلیساؤں میں جمع ہو کر عبادت و صلوٰۃ کے مراسم سرانجام دیں۔''

عثمانیوں نے ایشیا اور یورپ میں وسیع فتوحات کے بعد ہر مذہب و ملت کے ساتھ جس قدر رواداری کا برتاؤ کیا، اُس کا اندازہ صدرِ اعظم کے عظیم الشان منصب پر فائز ہونے والے مختلف النسل افراد سے ہو سکتا ہے۔ ترکی مؤرخ اسماعیل دانشمند نے اپنی تالیف ''انسائیکلو پیڈیا آف تاریخ عثمانی'' میں بتایا ہے کہ عثمانی تاریخ میں دو سو بانوے افراد صدارتِ عظمیٰ (یعنی وزارتِ عظمیٰ) کے منصب پر فائز ہوئے، جو نسلی اور قومی لحاظ سے مندرجہ ذیل تعداد کے مطابق تھے:

ترک الاصل	132	
البانوی	49	
بازنطینی	23	(بلقانی اور یونانی باشندے بازنطینی کہلاتے ہیں)
سلاف	6	(سرب، کرواٹ اور بوسنیا کے لوگ سلاف نسل سے تعلق رکھتے ہیں)
یوگوسلاوی	13	(بوسنیا اور ہرزیگووینا کے لوگ)
چرکس	14	(سوویت یونین میں رہنے والے ایک قوم، جواب آزاد ہو چکی ہے)
چیچن	1	(سوویت یونین میں رہنے والی ایک قوم، جواب روسی استعمار کے خلاف برسرِپیکار ہے)
عرب	4	
ارمن	3	(آرمینیا کے باشندے)
رُومی	1	
یہودی	1	

(بقیہ وہ صدرِ اعظم ہیں جو دیگر گمنام یا کم معروف قومیتوں کے حامل ہیں)

(جاری ہے)

گوشۂ خواتین

اتحاد کا راز

بنتِ مجی

میں کچن کو ترتیب دے رہی تھی۔ کچھ سامان اخبار میں لپٹا ہوا نکلا۔ اخبار پھینکتے پھینکتے نظر ڈالی تو بڑے کام کی بات معلوم ہوئی...... اور اب یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

بہت شکریہ!! بے حد شکریہ......!!! جس نے لکھا ہے، بہت خوب لکھا ہے اور بڑا سبق آموز ہے۔

راز پتہ چلا کہ مقصد یا نصب العین ہی تمام لوگوں کو ایک سمت لے جاتا ہے اور یہی زندگی کا محور و مرکز بنتا ہے۔

مجھے یہ کہانی پڑھ کر جو احساس ہوا اللہ تعالیٰ سب پڑھنے والوں کے دلوں میں بھی اس احساس کو بیدار کر دے۔ اس کہانی کا عنوان خود تجویز کر لیں۔ ''خوف''، ''ڈر''، ''یک جہتی''، ''مرکز''، ''محور''، ''راز'' یا ''اتحاد''۔

یہ دنیا چڑیا گھر ہے، جس میں شیر موت ہے۔ اُس کی دھاڑ حالتِ نزع ہے۔ دنیا میں ہم سب دھاڑ سنتے رہتے ہیں اور ایک دو نہیں کئی کئی لوگوں کو شکار ہوتا دیکھتے ہیں۔

چڑیا گھر میں سینکڑوں لوگ اپنی اپنی باتوں اور تفریح میں لگے ہوئے تھے۔ کوئی کھلے سبزے پر بیٹھا کھا پی رہا تھا۔ کوئی جانوروں کو دیکھ رہا تھا۔ اور کوئی اِدھر اُدھر بے فکری کے ساتھ گھوم پھر رہا تھا۔ اتنے میں دھاڑنے کی آواز آئی، اور ساتھ ہی یہ خبر اڑی کہ شیر پنجرے سے باہر آ گیا ہے۔ یہ سنتے ہی تمام لوگ بیرونی گیٹ کی طرف بھاگے۔ جو لوگ اب تک مختلف نظر آ رہے تھے وہ سب کے سب متحد ہو کر ایک ہی رخ پر چل پڑے۔ ہر قسم کی سرگرمیاں ختم ہو کر ایک نقطہ پر مرتکز ہو گئیں۔ یہ ایک مثال ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح شدتِ خوف مختلف الخیال لوگوں کو متحد کر دیتی ہے اور ایسے وقت ہر ہر آدمی اسی ایک چیز کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جو سب سے زیادہ قابلِ توجہ ہوتی ہے۔ ہر آدمی اس ایک چیز سے ڈرنے لگتا ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے کے قابل ہے۔ ہر آدمی کا خیال اسی ایک چیز کی جانب ہو جاتا ہے جس کی طرف دوسرے آدمی کا خیال ہوتا ہے۔ آخری قابلِ لحاظ چیز ہمیشہ ایک ہوتی ہے، اور وہ ہے نجات اور بچاؤ

لوگوں کے درمیان اختلاف اسی لیے ہوتا ہے کہ لوگ انجام پر نظر نہیں رکھتے۔ آدمی پر جب شدید ترین اندیشے کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو دوسرے اور تیسرے درجے کی تمام چیزیں خود بخود ذہنوں سے محو ہو جاتی ہیں۔ اور جہاں آخرت سے پہلے کی تمام چیزیں ترک کر دی جائیں، اور نگاہ انجام پر ہو، وہاں یکجہتی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ یکجہتی اس صورت حال کا نام ہے کہ لوگوں کی توجہ کم اہم یا غیر اہم چیزوں سے ہٹا دی جائے۔ کسی ملک پر حملے کے وقت یہی چیز ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسے موقعوں پر پوری قوم متحد ہو جاتی ہے۔ دشمن کے خطرے سے زیادہ بڑا خطرہ خدا کی پکڑ کا خطرہ ہے۔ اس لیے جس قوم میں خدا کا ڈر پیدا ہو جائے وہ لازمی طور پر دنیا میں سب سے متحد قوم بن جائے گی۔ دشمن کے خطرے کے وقت تو جانور بھی متحد ہو جاتے ہیں۔ خطرناک سیلاب میں کتا، بلی، شیر، بکری، سانپ، نیولہ چپ چاپ ساتھ ساتھ بیٹھے دیکھے گئے ہیں۔ یہ اتحاد کی حیوانی سطح ہے۔ انسانی اتحاد وہ ہے جو اللہ کے خوف اور آخرت کی فکر سے پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس خوف آخرت سے ہمیں اپنی محبت و رضا کے لیے متحد کر دے۔ (آمین)۔ یہ شاید رازِ اتحاد ہے، جو اس کو پا لے گا وہ اپنے مسلمان بھائی سے کبھی نہیں الجھے گا۔

پاکستان پر
امریکہ کا ممکنہ حملہ اور پلان 2015ء

محبوب الحق عاجز

امریکی ارکان کانگریس نے خبردار کیا ہے کہ امریکی کمانڈوز طالبان کے تعاقب میں پاکستان کے اندر کارروائی کے لیے پوری طرح تیار بیٹھے ہیں۔ پاکستان قبائلی علاقوں سے عسکریت پسندوں کے خاتمے میں ناکام نظر آرہا ہے، اس لیے امریکہ کو اب خود آپریشن کرنا پڑے گا۔ گزشتہ ہفتے پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے امریکی ارکان کانگریس جینی گرین، ڈی ہوسٹن، مائیکل میکال، آر آسٹن، ہنری کیولر اور ڈی لاریڈو نے امریکی خبار ہوسٹن کرانیکل کو اپنے علیحدہ علیحدہ انٹرویوز میں کہا ہے کہ اگر پاکستان قبائلی علاقوں سے ”دہشت گردوں“ کے تربیتی کیمپوں کے خاتمے اور افغانستان کے اندر دراندازی روکنے میں ناکام رہا تو امریکی کمانڈوز پاکستان کے قبائلی علاقوں میں ازخود آپریشن کے لئے تیار ہیں۔ مذکورہ ارکان کانگریس نے واضح کیا کہ افغانستان میں امریکہ کی اتحادی افواج کے خلاف طالبان کی کارروائیوں میں 40 فیصد اضافہ ہوا ہے، جس کے نتیجے میں جون کے مہینے میں عراق کی نسبت افغانستان میں زیادہ فوجی مارے گئے ہیں۔

اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنے والے دنوں میں پاکستان کے تعلق سے امریکہ کے اصل عزائم کیا ہیں۔ امریکہ اب تک تو مختلف ریشہ دوانیوں کے ذریعے پاکستان کے امن وامان کو غارت کرتا رہا ہے۔ جب بھی قبائلی علاقوں میں کوئی امن معاہدہ ہوا، اس نے اسے ناکام بنانے کی کوشش کی، اور وہ امن معاہدوں کو ختم کرنے کے لئے حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالتا رہا ہے۔ اب وہ کھلے عام پاکستان کو افغانستان اور عراق کی طرح اپنی عسکری وحشت اور ”بربریت“ کا نشانہ بنانا چاہتا ہے۔ عظیم اور بہادر طالبان کی سرفروشی اور کامیاب مزاحمت سے بوکھلا کر وہ ہم پر یہ الزام لگا رہا ہے کہ افغانستان میں امریکہ کی بڑھتی ہوئی مزاحمت کی جڑ بنیاد پاکستان ہے۔ پاکستان میں مزاحمت کاروں کے جنہیں وہ دہشت گرد قرار دیتا ہے، تربیتی کیمپ ہیں، اور پاکستانی حکمران ان سے صرف نظر کر رہے ہیں اور آئی ایس آئی انہیں سپورٹ کر رہی ہے۔ پاکستان ان الزامات کی تردید کرتا آیا ہے اور اس نے محض امریکی خوشنودی کی خاطر اپنی نوے ہزار فوج بھی افغان بارڈر پر تعینات کر رکھی ہے تاکہ دراندازی کے الزام سے بچ سکے، نیز وہ امریکہ کو یہ تجویز بھی دے چکا ہے کہ پاک افغان سرحد پر افغان فوج بھی تعینات کر دی جائے لیکن اس سب کے باوجود امریکہ ہمارے درپے ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں اس نے کئی بار ہمارے قبائلی علاقوں پر حملے کیے جن سے ہماری خودمختاری اور بقاء وسلامتی بری طرح مجروح ہوئی اور ان حملوں

> ملک کے اندر جہاں جہاں ہم نے اپنے ہم وطنوں کے خلاف ”محاذ“ کھول رکھے ہیں، وہاں فی الفور سیز فائر کیا جائے اور بحیثیت قوم اپنی تمام تر صلاحیتوں کو دشمن کے مقابلے کے لیے مجتمع کیا جائے

کے نتیجے میں سینکڑوں بے گناہ شہری جاں بحق ہوئے۔ چونکہ ان حملوں پر ہمارا ردعمل حد درجہ ”شریفانہ“ رہا ہے، لہٰذا اب امریکہ کو یہ جرأت ہوئی ہے کہ ہم پر حملہ کی دھمکی دے رہا ہے۔

بلاشبہ ہم اپنی تاریخ کے نازک دور سے گزر رہے ہیں۔ ایک مہیب چیلنج کا ہمیں سامنا ہے۔ صورتحال 1971ء سے مشابہہ دکھائی دیتی ہے۔ ہماری سیاسی اور عسکری قیادت کو حالات کی سنگینی کا صحیح ادراک کرنا چاہئے۔ امریکہ کی تازہ دھمکی محض انتباہ نہیں بلکہ اس خطرے کا الارم ہے جو تلوار کی صورت ہمارے سروں پر لٹک رہا ہے۔ ایک تجزیہ نگار کے مطابق چترال سے لے کر وانا تک افغان فوج کو اتحادی فوجوں کی فرنٹ لائن کے طور تعینات کر دیا گیا ہے۔ سی آئی اے، ایف بی آئی اور امریکی پرائیویٹ فوج بلیک واٹر کے کمانڈوز فاٹا میں متحرک ہو گئے ہیں۔ سپائیڈر گروپ نامی تنظیم بھی یہاں امریکہ کے لئے کام کر رہی ہے۔ امریکہ کے بغیر پائلٹ جاسوس طیارے بھی اس تسلسل سے ہماری جغرافیائی حدود کی خلاف ورزی کر رہے ہیں کہ شمار ممکن نہیں۔ آسٹریلوی اخبار ”دی آسٹریلین“ کے مطابق امریکہ اپنا بحری بیڑہ ابراہام لنکن بھی بحیرۂ عرب میں لے آیا ہے، تاکہ پاکستان پر حملے کی صورت میں اُس سے مدد حاصل کی جاسکے۔ ان تمام تر تیاریوں سے عیاں ہے کہ امریکی افواج کسی بھی وقت پاکستان میں داخل ہوکر ملک کے اندر کارروائی کر سکتی ہیں۔ معروف عسکری ماہر اور آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل (ر) حمید گل نے خبردار کیا ہے کہ انہیں ایسی اطلاعات اور قرائن وشواہد مل رہے ہیں کہ امریکی افواج 20 جولائی سے پہلے اور اس کے قریب پاکستان کے قبائلی علاقوں میں سرجیکل اسٹرائیک (اچانک حملہ) کر سکتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ امریکی افواج پاکستان میں اب تک 46 حملے کر چکی ہیں، لیکن اس حملے کی نوعیت ان تمام حملوں کے مقابلے میں زیادہ سخت ہو گی، اور اس بات کا امکان ہے کہ امریکی پاکستان کے کسی قبائلی علاقے پر قبضہ کر لیں۔ ان کا کہنا تھا کہ امریکی جیٹ طیارے اس حملے کے لئے معلومات اکٹھی کر رہے ہیں۔

آج ہمیں سلامتی کا جو چیلنج درپیش ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم ٹھنڈے دل سے اور جذبۂ حب الوطنی سے سرشار ہوکر اس کے اسباب پر غور کریں اور اس کی روشنی میں مادر وطن کے دفاع کے لئے تمام ممکنہ تدابیر اختیار کریں۔ اگر بغور دیکھا جائے تو یہ سب نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکہ سے تعاون کی اس پالیسی کا ثمر ہے، جس کے معمار صدر جنرل پرویز مشرف ہیں۔ صدر صاحب کا ’کمال‘ صرف یہی نہیں ہے کہ انہوں نے افغانستان میں امریکہ کی توقعات سے بھی بڑھ کر امریکہ کا ساتھ دیا، جس کا اعتراف خود آرمیٹیج نے کیا ہے، بلکہ بعض ذرائع کے مطابق ہمارے قبائلی علاقوں میں سی آئی اے کو قبائلی علاقوں میں خفیہ اڈہ قائم کرنے اور اسامہ اور دیگر القاعدہ رہنماؤں کے خلاف براہ راست کارروائی کی بھی اجازت دی۔ انہوں نے امریکی مفادات کی جنگ میں اپنے ہم وطنوں کے خلاف آپریشن کر کے ملک کے اندر نفرت، غصے، انتقام اور خودکش حملوں کے بیج بوئے، اور خارجی سطح پر عملاً دشمن کو بھی یہ موقع فراہم کیا کہ وہ جسے چاہے اور جہاں چاہے عسکریت پسندوں کے خلاف کارروائی کرے۔ ہم یا تو آپ کی کارروائیوں کو اپنے سر لے لیں گے یا پھر رسمی احتجاج پر ہی اکتفا کریں گے۔

وقت آ گیا ہے کہ ملکی دفاع و سلامتی کے پہلے قدم کے طور پر اس نامعقول اور نتائج کے اعتبار سے تباہ کن پالیسی سے جان چھڑائی جائے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ ہماری جنگ نہیں جیسا کہ ہم گزشتہ چند سالوں سے اپنے منہ میں امریکہ کے ڈالے ہوئے الفاظ کی قوالی کرتے آ رہے ہیں، بلکہ یہ خالصتاً امریکی اور یہودی مفادات کی جنگ ہے۔ یہ تہذیبی تصادم کے نظریے کے عین مطابق نیو ورلڈ آرڈر کے غلبے کی جنگ ہے۔ اس کا مقصد اسلامی تہذیب و اقدار کے مقابلے میں بے خدا مغربی تہذیب کی برتری اور یہودیوں کی عالمی اقتصادی بالادستی کا قیام ہے۔ رہے طالبان تو دنیا کے کسی ضابطے اور کسی قانون کے تحت اپنے نظریے اور وطن کے دفاع کے لیے لڑنے والوں کو دہشت گرد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ طالبان تو افغانستان میں جارح طاقتوں کے خلاف قومی مزاحمت کی علامت اور شناخت ہیں۔ انہیں ہرگز دہشت گرد قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ہم مندرجہ بالا حقائق کو جتنا پہلے تسلیم کر لیتے، ہمارے حق میں بہتر تھا، کہ اس کی روشنی میں ملک کے استحکام و سلامتی کی خاطر معقول پالیسی اپنا سکتے تھے۔ 18 فروری کے انتخابات کے بعد عوامی حکومت برسر اقتدار آئی۔ اُس وقت چیف آف آرمی سٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے پرائم منسٹر ہاؤس میں منعقد ہونے والے ایک اہم اجلاس میں منتخب حکومت اور آصف علی زرداری، میاں محمد نواز شریف، اسفند یار ولی اور مولانا فضل الرحمٰن سمیت قومی رہنماؤں کو بریفنگ دی تھی اور علانیہ طور پر یہ طے پایا تھا کہ آئندہ ”دہشت گردی کے خلاف جنگ“ کے خطوط اور پالیسی عوام کی منتخب پارلیمنٹ وضع کرے گی، اور اُسی کے مطابق عمل ہو گا، مگر افسوس کہ آج تک ایسا نہ ہو سکا۔ موجودہ حکومت نے بھی پارلیمنٹ، عوامی امنگوں اور قومی مفادات کو یکسر نظر انداز کر کے پرویز مشرف کی پالیسی ہی کو جاری رکھا۔ اب جبکہ جنگ ہمارے سروں پر کھڑی ہے، اِس کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔ پارلیمنٹ کا فوری اجلاس بلا کر اِس پالیسی پر کھلے عام بحث ہو اور پارلیمنٹ کے فیصلے کی روشنی میں اس پالیسی میں بنیادی تبدیلی لا کر امریکہ سے ہر طرح کا تعاون ختم کیا جائے اور دفاعِ وطن کے لیے ایک مربوط اور منظم حکمت عملی ترتیب دی جائے۔ ملک کے اندر جہاں جہاں ہم نے اپنے ہم وطنوں کے خلاف ”محاذ“ کھول رکھے ہیں، وہاں فی الفور سیز فائر کیا جائے اور بحیثیت قوم اپنی تمام تر صلاحیتوں کو دشمن کے مقابلے کے لیے مجتمع کیا جائے۔ حکومت کو چاہیے کہ کراچی سے خیبر تک پھیلے ہوئے دینی و مذہبی جماعتوں کے سربراہوں کو اعتماد میں لے، تاکہ حکومت پر لوگوں کا اعتماد بحال ہو۔ اسی طرح وہ لوگ کہ جنہوں نے روس کی شکست میں بنیادی کردار ادا کیا انہیں اپنی سرپرستی میں لے۔ یہ محبِ وطن لوگ ہیں۔ انہوں نے افغانستان کے محاذ پر دفاعِ پاکستان کی جنگ لڑی ہے، اور روسی ریچھ کو آگے بڑھنے سے روکا ہے۔ یہ لوگ ہماری سیکنڈ ڈیفنس لائن ہیں۔ اِن کو ساتھ لے کر دشمن کے خلاف صف بندی کی جائے۔ حکومت کی یہ آئینی ذمہ داری ہے کہ کسی بھی ممکنہ جارحیت کا بھرپور جواب دے۔ افواجِ پاکستان کو بھی براہِ راست امریکہ پر یہ بات واضح کر دینی چاہیے کہ وہ ایک آزاد اور خود مختار ملک کے خلاف کسی بھی مہم جوئی سے باز رہے، کسی بھی جارحیت کا بھرپور جواب دیا جائے گا، اور حالات کی تمام تر ذمہ داری امریکہ کے نیو کونز (انتہا پسندوں) پر ہو گی۔

اگر اِس وقت ملک کی قیادت نے امریکی حملے کو نہ روکا تو خدانخواستہ ملک میں خانہ جنگی شروع ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ اور اس صورت میں (خاکم بدہن) پاکستان کے تعلق سے امریکہ کے شیطانی ایجنڈے کی تکمیل کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔ امریکہ کا ایجنڈا پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں کو اپنے کنٹرول میں لینا ہے، جیسا کہ کچھ عرصہ پہلے امریکہ کے عسکری ماہر فریڈرک کیگان یہ تجویز دے چکے ہیں کہ پاکستان پر حملہ کر کے اُس کے ایٹمی ہتھیاروں کو نیو میکسیکو منتقل کر دیا جائے۔ اِسی مقصد کے لیے ایک عرصہ سے ہمارے ایٹمی ہتھیاروں کے غیر محفوظ ہونے اور ”انتہا پسندوں“ کے ہاتھ لگنے کا پروپیگنڈا کیا گیا ہے۔

امریکہ کی منصوبہ بندی میں پاکستان نامی ریاست کا خاتمہ بھی شامل ہے۔ امریکہ کے سابق وزیر خارجہ اور متعصب یہودی دانشور ہنری کسنجر نے امریکیوں کو ایک سوچ دی ہے، جسے کسنجر ڈاکٹرائن کا نام دیا جاتا ہے، وہ یہ کہ جب تک افغانستان، پاکستان اور ایران کے ساتھ سختی سے نہیں نمٹا جائے گا، دنیا میں امریکی مفادات کو خطرہ لاحق رہے گا۔ چنانچہ امریکہ اپنے تئیں دنیا کے نقشے سے پاکستان کو مٹا دینا چاہتا ہے۔ امریکی ذرائع ابلاغ اور تھنک ٹینک گاہے بگاہے جو شر انگیز رپورٹیں شائع کرتے ہیں، اُن سے امریکیوں کے انہی ناپاک عزائم کی عکاسی ہوتی ہے۔ نواز شریف کے دوسرے دورِ حکومت میں مغربی ذرائع ابلاغ میں یہ ہرزہ سرائی کی گئی تھی کہ پاکستان 2014ء میں خدانخواستہ ختم ہو جائے گا اور اُس کے مختلف صوبے علیحدہ ملک بن جائیں گے۔ ایسی ہی ایک فتنہ پرور رپورٹ فروری 2005ء میں امریکی انٹیلی جنس اسٹیبلشمنٹ کی جانب سے سامنے آئی جسے بھارت کے اخبار ”The Hindu“ نے شائع کیا۔ رپورٹ میں نیشنل انٹیلی جنس کونسل اور سی آئی اے نے پیشنگوئی کی کہ پاکستان 2015ء تک ناکام ریاست بن جائے گا اور اِس کی حالت یوگوسلاویہ جیسی ہو جائے گی (یعنی پاکستان تقسیم ہو جائے گا)۔ رپورٹ جسے پلان 2015ء کا نام دیا گیا، میں مزید لکھا ہے کہ 2015ء تک پاکستان میں شدید خون خرابہ ہو گا، ملک خانہ جنگی کا شکار ہو جائے گا، بین الصوبائی مخاصمت میں اضافہ ہو گا، عسکریت پسندی بڑھ جائے گی، لاقانونیت، بدعنوانی اور نسلی عصبیت میں بھی اضافہ دیکھنے کو ملے گا، جوہری ہتھیاروں کی حفاظت کی ضرورت بڑھ جائے گی اور پاکستان عشروں سے جاری سیاسی و معاشی عدم استحکام سے نہیں نکل پائے گا۔ نتیجتاً یہ تمام اشاریے اُسے ایک ناکام ریاست میں تبدیل کر دیں گے۔

قارئین! ذرا سوچئے، کیا گزشتہ چند سالوں سے ہمارے ہاں سب کچھ امریکی گیم پلان کے مطابق نہیں ہو رہا؟ امریکہ کا ممکنہ حملہ تو شاید اس گیم پلان کا فائنل راؤنڈ ہے۔

اے اہلِ پاکستان!
اے اربابِ سیاست!
اے اصحابِ اقتدار!
خوابِ غفلت سے ہوش میں آ جاؤ
جو واہمہ تھا، حقیقت بن چکا
جو خطرہ تھا، وہ سامنے آ چکا
تمہارا دشمن دوستی کے پردے میں تمہیں مٹا دینا چاہتا ہے
وہ تمہیں سرنگوں کرنے کے درپے ہے
جبکہ تمہاری جبینِ نیاز کا مسجود تو اللہ ہے
اے اہلِ وطن! ہولناک منظر ہے
تمہارے سامنے بھی (امریکہ) دشمن ہے، اور
تمہارے پیچھے بھی (انڈیا) دشمن ہے
اگر نجات چاہتے ہو تو
اللہ کا سہارا پکڑ لو، جس کی تدبیر دشمن کی تمام چالوں کو ناکام بنانے والی ہے، اور
ذاتی، گروہی، جماعتی مفادات اور اقتداری مصلحتوں کی قربانی دے کر
دشمن کی للکار کا دندان شکن جواب دو،
اُسے وہ سبق سکھا دو، جو تمہارے آبا کا طرۂ امتیاز رہا ہے
یاد رکھو! فرد ہو یا قوم، اللہ تعالیٰ اُسی کو جینے کا حق عطا کرتا ہے
جو مرنے کی آرزو رکھتا ہو۔

دل لرزتا ہے حریفانہ کشاکش سے ترا
زندگی موت ہے کھو دیتی ہے جب ذوقِ خروش

مسلمان بن کر وقت کی قدر کرو

امجد رسول امجد

اللہ تعالیٰ نے دو قوتیں کافروں کو دی ہیں، عددی قوت اور سامان کی قوت، اور دو قوتیں مسلمانوں کو دی ہیں ایک قوت اپنی معیت کی دوسری قوت اپنی نمائندگی اور سفارت کی۔ کافروں کے پاس تو آج بھی دونوں قوتیں موجود ہیں، مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اللہ کی معیت بھی چھوڑ دی اور اللہ کی نمائندگی سے بھی عملاً انکار کر دیا ہے۔ آج مسلمانوں پر کوئی دکھ اور پریشانی آتی ہے تو اللہ کا قرآن اور نبی پاک ﷺ کا فرمان چھوڑ کر غیر مسلم کی کتب کا مطالعہ، کافروں سے مشورے اور ان کے بنائے قوانین اور ضابطوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کلمہ اور نماز پڑھنے، حج کرنے اور قربانی دینے کے باوجود بھی ہم لوگ نہایت بے سکون اور اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ آج کے سائنس دان، ڈاکٹر، تجزیہ نگار اور فلسفی کہتے ہیں کہ مال اور سامان کی کثرت ہوگی تو زندگی پرُسکون ہوگی، ورنہ سب کچھ برباد ہو جائے اور کچھ بھی نہیں بچے گا۔ ہم جب قرآن اور حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں یا اس پر عمل کرنے والوں کی سیرت پڑھتے ہیں تو آج کے تعلیم یافتہ لوگوں کے سارے تجزیے نہایت بوگس، اُلٹ اور بے بنیاد دکھائی دیتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات یہ کہتی ہیں کہ مال کی کثرت میں برکت ہرگز نہیں ہوتی بلکہ اگر اللہ چاہے تو تھوڑی چیز میں بہت زیادہ برکت ڈال دے۔ برکت ڈالنے والی صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب سابق اُمراء کے زمانے کے عائد کیے ہوئے ناجائز ٹیکس بند کر دیے تو سرکاری بیت المال خالی ہو گیا اور آمدنی بہت محدود ہو گئی تو ایک صوبے سے آپ کو لکھا گیا کہ آمدنی گھٹ گئی ہے، ملکی امور کیسے چلیں گے تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب میں یہ آیت تحریر فرمائی:

﴿لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ﴾ (المائدہ:100)

"برابر نہیں پاک اور ناپاک اگرچہ تجھ کو بھلی لگے ناپاک کی کثرت۔"

اور ساتھ یہ بھی لکھا کہ تم سے پہلے لوگوں نے حرام مال سے خزانہ بھرا، تم حلال سے کم کر دو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، صرف وہی اکیلا برکت ڈالنے والا ہے، یہ کام کسی اور کے بس کا نہیں۔ پھر وہ وقت آیا کہ دنیا نے دیکھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ حکومت میں بھیڑیے اور بکریاں اکٹھے رہتے تھے۔ ایک روز ایک چرواہے کی بکری کو بھیڑیا اُٹھا کر لے گیا، اس نے اپنے ساتھی چرواہے سے پوچھا کہ کیا بات ہے، کہیں ہمارا امیر المومنین مر تو نہیں گیا، آج میری بکری بھیڑیا لے گیا۔ دوسرے چرواہے نے کہا، میں تمہاری بکریوں کا خیال کرتا ہوں، تم دوڑ کے جاؤ اور مدینہ سے پتہ کر کے آؤ۔ وہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین کا کل ہی جنازہ پڑھا گیا ہے۔

لوگو! جب تک مسلمانوں کے حکمران عادل ہوتے ہیں، اُن کے ملک میں چوریاں، قتل، ڈاکے، زنا اور خودکشیاں نہیں ہوتیں بلکہ امن اور عدل کی بہاریں جلوہ گر ہوتی ہیں، پھر بائیس لاکھ مربع میل کی ریاست میں انسان تو درکنار ایک جانور بھی بھوکا اور پیاسا نہیں مرتا، پھر چونسٹھ لاکھ مربع میل میں صراف اور سنار اپنی دوکانیں کھلی چھوڑ کر سو جایا کرتے ہیں۔

آج سے چند برس پہلے بھی پاکستان کے وقت کو آگے کیا گیا، مگر پھر پیچھے کرنا پڑا۔ اس وقت بھی تجزیہ نگاروں نے اس کے بڑے فوائد گنوائے مگر بے سود اور فضول، کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ آج پھر پاکستان کے وقت کو ایک گھنٹہ آگے کر دیا گیا ہے، شائد اس طرح انرجی یعنی گیس، بجلی، کوئلہ اور پٹرول میں برکت پڑ جائے مگر اس سے نہ تو کل کوئی فرق پڑا تھا، نہ آج فرق پڑے گا۔ یہ صرف ہماری سوچ، وہم اور خام خیالی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ برکت چیزوں کو کم زیادہ کرنے سے نہیں پڑتی بلکہ برکت صرف اور صرف اس وقت پڑتی ہے جب اللہ کی نصرت اور مدد ہمارے ساتھ ہو، ورنہ مال جتنا چاہیں اکٹھا کر لیں، جتنے جی میں آئیں سیمینار کر لیں، جتنا مرضی اعلیٰ دماغ کے لوگ سر جوڑ کے بیٹھ جائیں مسائل حل نہیں ہوں گے۔ سورج، چاند، ستاروں اور موسموں کے تغیر و تبدل پر تو ان کا بس نہیں چلتا، ہاں گھڑیوں پر ان کا حکم چلتا ہے۔ ٹک ٹک کر کے چلنے والی سوئیاں ان کی قید میں ہیں۔ یہ لوگ ان کو ایک گھنٹہ آگے کریں یا چار گھنٹے، مگر ہر قسم کی انرجی میں برکت ڈالنے والی صرف اللہ کی ذات ہے۔ اللہ مان گیا تو سارے مسئلے آسان، اگر اللہ نہ مانے تو روس کی طرح ایٹم بموں کی کثرت کے باوجود بھی ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جایا کرتے ہیں۔

پیارے مسلمان بھائیو...... ہم اس جہانِ فانی میں بے مقصد نہیں بھیجے گئے۔ ہمیں ایک مقصدِ حیات کے ساتھ، ایک مکمل ضابطۂ حیات دے کر اور مقررہ وقت کے لیے اس فانی دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ یہ دُنیا ہم سب کے لئے ایک امتحان ہے۔ ہم جب دنیا میں آتے ہیں اور جب جاتے ہیں تو وقت کی سوئی چل رہی ہوتی ہے۔ وقت کو ہمارے آنے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم سب ناشکرے اور نادان ہیں کہ اللہ ہمیں وقت دیتا ہے، ہم اس کی قدر نہیں کرتے۔ اور وقت تیزی سے ہماری ہاتھوں سے نکلتا چلا جا رہا ہے۔ وقت نہ رُکتا ہے، نہ جھکتا ہے اور نہ قید ہوتا ہے۔ وقت کی سوئی ہم سب کی زندگی اور موت سے یکساں سلوک کرتی ہے۔ کسی کے آنے پر جشن نہیں مناتی، کسی کے چلے جانے پر افسردہ نہیں ہوتی۔ اگر ہم لوگ دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو جن لوگوں نے وقت کو قیمتی بنایا، وہی کامیاب ہوئے۔ پھر اللہ کے احکام ماننے والوں کی کیا بات ہے۔ وہ تو وقت کے سب سے زیادہ پابند ہوتے ہیں۔ اُن کی کامیابی کے کیا کہنے۔ افسوس کہ ہم نے وقت کے ساتھ وہ سلوک کیا جو غریب بستی کے بچے کسی کٹی پتنگ کے ساتھ کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ انسان کا واسطہ دنیا میں تین چیزوں سے پڑتا ہے: مال، رشتہ دار اور اعمال۔ مال کا سلسلہ مرتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ رشتہ دار صرف قبر تک جاتے ہیں۔ لوگوں کو چاہیے کہ تیسری چیز یعنی اعمال کی طرف توجہ دیا کریں، جنہوں نے ساتھ جانا ہے، جن پر جنت اور دوزخ کے فیصلے ہونے ہیں۔ افسوس کہ من حیث القوم ہم نے وقت کی قدر نہ کی، اسی لیے وقت نے ہمیں غلام بنا لیا۔

تربیت اولاد کا اسلامی طریقہ

جہاں آراء لطفی

بچے کسی قوم کا بڑا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔ اسلام نے بچوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت کے لیے خصوصی اہتمام کا حکم دیا ہے تاکہ آنے والی ہر نسل اسلام کے شاندار مستقبل کی ضمانت اور امت کے مستقبل کی باگ ڈور اور امور چلانے کی ذمہ داری نیک، صالح، ایماندار اور دینی و دنیاوی امور سے آراستہ پیراستہ نوجوانوں کے ہاتھوں میں آئے۔

اولاد کی اصلاح اور تعلیم وتربیت کے لیے اسلام کا خاص طریقہ کار ہے۔ اسلام اولاد کی تربیت کے وہ رہنما اصول بتاتا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر بچے کو اس کے والدین ایک ذمہ دار، فرض شناس اور مفید شہری بنا سکیں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ والدین لڑکے اور لڑکی دونوں کی پیدائش پر خوش ہوں۔ ہمارے ہاں عموماً لڑکوں کی پیدائش پر خوش ہونے اور مبارک باد دینے کا رواج ہے، لیکن لڑکی کی پیدائش پر منہ بسور لیا جاتا ہے۔ یہ وہی سوچ ہے جو قبل از اسلام عہد جاہلیت میں پائی جاتی تھی۔ قرآن میں اس بات کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

> ”جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے گھٹنے لگتا ہے۔ اس خبر کو وہ اس حد تک برا سمجھتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنی قوم سے چھپائے چھپائے پھرتا ہے اور اس سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ آیا ذلت برداشت کرتے ہوئے اس کو باقی رکھے یا زیر زمین دفن کردے۔“ (النحل:58،59)

بیٹا پیدا ہو یا بیٹی، دونوں اللہ کی دین ہیں۔ دونوں اس بات کے مستحق ہیں کہ والدین ان کی یکساں تربیت کریں، اس میں کوئی کوتاہی نہ برتیں۔

بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ اس کے کان میں سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی کبریائی پر مشتمل الفاظ پڑیں، چنانچہ اذان کا اہتمام کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن ؓ کی پیدائش پر ان کے کان میں اذان دی۔ اذان کے کلمات سے شیطان بھاگ جاتا ہے جو پیدائش کے وقت اس کی تاک میں ہوتا ہے۔ اور بچے کے کانوں میں توحید کا کلمہ گونج اٹھتا ہے اور وہ اس فطرت کے قریب ہو جاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ بچے کو گھٹی دی جائے اس کا طریقہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس طرح بتایا

> **بچے کا نام رکھنے کے سلسلے میں نبی کریمؐ نے سختی کے ساتھ حکم دیا ہے کہ ایسے نام رکھے جائیں جو معنی میں اچھے ہوں**

ہے کہ آپؐ کھجور کو اپنے منہ میں لے جا کر چبایا کرتے، پھر نومولود کے منہ میں رکھ کر دائیں بائیں اور تالو میں مل دیتے، اور یہ طریقہ مستحب ہے۔ گھٹی دینا اسی زمرے میں آتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گھٹی کا بھی طریقہ اختیار کیا جائے اور گھٹی دینے والا شخص نیکوکار اور پرہیزگار ہو، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو، تاکہ بچے میں یہ اوصاف پیدا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ابوموسیٰؓ کہتے ہیں کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ میں اسے لے کر رسول اکرم ﷺ کے پاس گیا تو آپؐ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور اسے ایک کھجور سے گھٹی دی، اس کے لیے برکت کی دعا کی اور پھر مجھے واپس دے دیا۔

> **اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تربیت اولاد کے جو رہنما اصول بتائے ہیں وہ فطرت کے عین مطابق ہیں**

بچے کی ولادت کے ساتویں دن سر کے بالوں کو صاف کرنا یعنی مونڈنا اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کرنا بھی مستحب ہے۔ امام مالکؒ نے جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے کہا کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت حسنؓ وحضرت حسینؓ نیز زینبؓ و ام کلثومؓ کے سر کے بالوں کا وزن کیا اور ان کے ہم وزن چاندی صدقہ کی۔

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسینؓ کی پیدائش کے ساتویں روز ان کے سر کو مونڈنے کا حکم دیا اور ان کے سر کے بال مونڈے گئے اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کی گئی۔

اسی طرح بچے کا ساتویں روز عقیقہ کرنا اور اچھا نام رکھنے کی بھی رسول اکرم ﷺ نے ہدایت فرمائی اور اس سنت کو اس طرح ادا کیا کہ حضرت حسنؓ کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کیا اور فرمایا کہ اے فاطمہؓ: اس کا سر منڈواؤ اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کرو۔

سلیمان بن مغیرہ نے حضرت ثابتؓ کے حوالے سے حضرت انسؓ کی یہ روایت پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس کا نام ابراہیم رکھا ہے۔ چنانچہ نام پہلے روز بھی تجویز کیا جا سکتا ہے، البتہ عقیقہ ساتویں روز کروانا چاہیے۔

عقیقہ کرنا مستحب ہے اور سنت بھی۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ذبح کی جائے۔ اگر گنجائش نہ ہو تب لڑکے کی طرف سے بھی ایک بکری یا بکرا ذبح کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک بچے کے عقیقے کے لیے ایک اونٹ یا ایک گائے عقیقہ کی جائے، البتہ یہ نہیں ہے کہ ایک گائے یا اونٹ میں سات بچوں کے عقیقے کر دیے جائیں، اس لیے کہ یہ قربانی کا حساب کتاب ہے۔ عقیقے میں بچے کے ہر عضو کے بدلے ایک ایک عضو کا صدقہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک بچے کا عقیقہ اگر اونٹ یا گائے سے کرنا ہو تو پورا ایک جانور ذبح کیا جائے۔

حضرت انسؓ بن مالک اپنے بچوں کے عقیقے میں اونٹ ذبح کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے عقیقے میں اونٹ ذبح کیا اور سب کو کھلایا۔ عقیقے کا کھانا بھی جائز ہے اور گوشت بانٹنا بھی۔

بچے کا نام رکھنے کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے سختی کے ساتھ حکم دیا ہے کہ ایسے نام رکھے جائیں جو معنی میں اچھے ہوں۔ سرپرست کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسا نام نہ

رکھے جو بچے کی عزت نفس کو متاثر کرے، جو اس کے لیے مذاق کا باعث بنے جسے لوگ سن کر ہنسی مذاق بنائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ ایسے ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کی ایک بیٹی تھی جسے عاصیہ یعنی گناہ گار کہا جاتا تھا۔ آپ نے اس کا نام جمیلہ یعنی خوبصورت رکھ دیا۔ ایک شخص کا نام حرب یعنی جنگ تھا اس کا نام سلم رکھ دیا۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ برا اور مکروہ وہ شخص ہے جس نے اپنا نام شہنشاہ رکھ لیا۔ اللہ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں۔ چنانچہ ایسے نام جن سے بادشاہوں کے ناموں کا تاثر ملتا ہو، نہ رکھے جائیں۔ مثلاً معظم جاہ، ملک معظم، شاہ زیب، شاہ جہاں، عالمگیر وغیرہ۔ آپؐ نے بچوں کے نام انبیاء کے ناموں پر رکھنے کی ترغیب دی ہے۔

اپنے بچوں سے محبت کرنا، ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا اور ان کی پرورش اور نگہداشت میں وقت لگانا کہ وہ نیک، صالح اور ایماندار ہوں صدقہ جاریہ ہے۔ لوگوں میں ان کا احترام ہو اور وہ معاشرے کا مفید جز بن سکیں، ہر مسلمان مرد اور عورت کی خواہش ہونی چاہیے۔ صرف

ہمارے ہاں عموماً لڑکوں کی پیدائش پر خوش ہونے اور مبارک باد دینے کا رواج ہے، لیکن لڑکی کی پیدائش پر منہ بسور لیا جاتا ہے۔ یہ وہی سوچ ہے جو قبل از اسلام عہد جاہلیت میں پائی جاتی تھی

دنیاوی تعلیم کی خواہش و تمنا رکھنا اور دین سے بے بہرہ رکھنا ایک بچے کو بہترین فرد بننے میں مدد نہیں دے سکتا۔ چنانچہ بچے کی دینی تعلیم کی طرف توجہ دینے اور اس کے لیے اہتمام کرنے کی ہمارے دین اسلام میں سخت ہدایات ہیں۔

ایک طرف اسلام کہتا ہے: ''اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو (جہنم کی) آگ سے'' (التحریم: 6) تو دوسری طرف یہ ہدایت بھی ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے اچھا ہو۔ اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرنے والا ہوں۔''

ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے آپؐ کو بچوں کو بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تو اس نے کہا کہ میرے تو چھ بچے ہیں مگر میں نے ان کے ساتھ کبھی پیار نہیں کیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''میں کیا کروں کہ جب دلوں سے محبت نکل گئی ہو۔''

اسلام دین فطرت ہے۔ چنانچہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تربیت اولاد کے جو رہنما اصول بتائے ہیں وہ فطرت کے عین مطابق ہیں۔ چنانچہ بچے کی نفسیات، جذبات اور احساسات کے پیش نظر وہاں وہاں سختی کی ہدایات ہیں جہاں جہاں اشد ضرورت ہے۔ مثلاً بچے کو سات سال کی عمر میں نماز کی ہدایت کرنا، اگر عمل نہ کرے تو اس پر عمل کروانا اور جب وہ دس برس کا ہو تو اس معاملے میں ہلکی پھلکی مار کی اجازت ہے۔ جو کام شفقت سے محبت سے ہو، اس میں سختی سے احتراز کیا جائے۔

بچوں کو بزرگوں کا احترام سکھانا، انہیں گفتگو کے آداب طور طریقے سکھانا، اسلامی دعا اور اسلامی شعار سے آگاہ کرنا، ہم عمروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی تربیت دینا، مال و اسباب کو خرچ کرنے اور برتنے کے طریقے بتانا، نیکی کرنے، بھلائی کرنے، اچھی صحبت میں وقت گزارنے کے ادب آداب سکھانا مسلمان ماں باپ کا فرض ہے۔ اس بارے میں ان سے باز پرس ہوگی، اگر انہوں نے اس میں کوتاہی برتی۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''اللہ پاک اس والد پر رحمت کرتا ہے جو اپنے بیٹے کی نیک کام میں مدد کرتا ہے۔''

اگر والدین چاہتے ہیں کہ ان کے بچے کا اخلاق عمدہ ہو اور ان کا سوشل رویہ بہترین ہو تو انہیں چاہیے کہ وہ اسلام کے اصولوں پر اپنے بچوں کی پرورش کریں تاکہ وہ اس کے لیے اور معاشرے کے لیے بہترین فرد بن سکیں۔

ایک شخص حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت لے کر آیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے بیٹے کو بلوا بھیجا اور اس کو ڈانٹ ڈپٹ کی۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! کیا والد پر بیٹے کے کوئی حقوق نہیں ہوتے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں کیوں نہیں۔ اس نے پوچھا: وہ حقوق کیا ہیں؟ حضرت عمرؓ جواب دیا: اس کے لیے اچھی خصلتوں والی ماں کا انتخاب کرے (یعنی عمدہ اخلاق والی عورت سے شادی کرے)، بیٹے کا اچھا سا نام رکھے، اسے کتاب اللہ کی تعلیم دے۔ بیٹے نے کہا: اے امیر المومنین! میرے باپ نے تو کچھ نہیں کیا۔ رہی میری ماں تو وہ زنگی ہے جو کسی زمانے میں مجوسی تھی، میرے باپ نے میرا نام گبریلا (ایک سیاہ کیڑا) رکھا ہوا ہے اور اس نے مجھے کتاب اللہ کا ایک حرف بھی نہیں پڑھایا۔

حضرت عمرؓ نے پلٹ کر شکایت کرنے والے باپ کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم اپنے بیٹے کی سرکشی کی شکایت لے کر تو آگئے، حالانکہ تم نے اس کی نافرمانی سے پہلے خود اس کے حق میں بدسلوکی کی ہے اور تم نے اس کی طرف سے جو برائی دیکھی ہے اس سے پہلے تم خود اس کے حق میں برائی کر چکے ہو۔ (وما علینا الا البلاغ)

❁❁❁❁❁

فون نمبرز کی تبدیلی

دفتر تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب جنوبی اور رہائش امیر حلقہ سعید اظہر عاصم کے نئے فون نمبرز درج ذیل ہیں:

دفتر حلقہ: 061-8149212
امیر حلقہ (رہائش): 061-4034107
موبائل: 0321-7329212

❁❁ضرورت رشتہ❁❁

☆ لاہور میں رہائش پذیر لڑکی، عمر 26 سال، تعلیم ایم۔ ایس (کمپیوٹر سائنس)، شرعی پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسر روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0322-4588240

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی گوجرخان غربی کے مبتدی رفیق شیخ بلال احمد کی دادی وفات پاگئیں
- تنظیم اسلامی گوجرخان شرقی کے مبتدی رفیق پرویز اختر کے چھوٹے بھائی وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

بد قسمت قوم

جاوید چوہدری

یہ سوویت یونین کے مشہور حکمران خروشیف کا واقعہ ہے۔ جب وہ سوویت یونین کا صدر بنا تو اس نے پارلیمنٹ میں اپنے پہلے خطاب میں سابق صدر سٹالن اور اس کی پالیسیوں پر تنقید شروع کر دی۔ اس کا کہنا تھا سٹالن میں برداشت نہیں تھی، وہ ایک بدبودار آمر تھا، وہ ظالم تھا، وہ اختلاف کرنے والے ساتھیوں تک کو دشمن سمجھ لیتا تھا، اس کے خوشحالی اور معاشی استحکام کے دعوے بھی جھوٹے تھے اور سوویت یونین کو جتنا نقصان سٹالن نے پہنچایا، اتنا ساری سرمایہ دار دنیا مل کر نہیں پہنچا سکی وغیرہ وغیرہ۔ خروشیف جب ان خیالات کا اظہار کر رہا تھا تو معزز ارکان میں سے کسی نے چٹ پر کچھ لکھا اور اس تک پہنچا دیا۔ خروشیف نے ایک لمحے کے لئے رک کر چٹ پڑھی، لکھا تھا: ”آپ کو سٹالن کے قریب رہنے کا موقع ملا۔ جب وہ سوویت یونین کو نقصان پہنچا رہا تھا تو آپ نے اس وقت اس کو کیوں نہیں روکا تھا“۔ خروشیف کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے وہ چٹ ایوان کی طرف لہرائی اور چلا کر کہا ”یہ کس گستاخ نے لکھا ہے“۔ ایوان میں ”پن ڈراپ سائلنس“ ہو گئی اور تمام ارکان بغلیں جھانکنے لگے۔ خروشیف دوبارہ چلایا: ”میں پوچھ رہا ہوں، یہ گستاخ کون ہے“۔ ایوان میں خاموشی رہی۔ خروشیف نے قہقہہ لگایا، چٹ پھاڑی اور پرزے ہوا میں اچھال کر بولا: ”جب سٹالن سوویت یونین کو نقصان پہنچا رہا تھا تو ہم بھی ایسی ہی چٹیں لکھا کرتے تھے اور خاموش رہتے تھے“۔

یہ اقتدار کی ٹریجڈی ہے، شاہوں کی قربت میں نصیر الدین طوسی ہوں، جنرل جمشید گلزار کیانی، شیخ رشید یا پھر اعجاز الحق، اختلاف رائے ہمیشہ مزاج شاہ کے تابع ہوتا ہے اور بڑے سے بڑا عالم، بڑے سے بڑا فلاسفر، بڑے سے بڑا دانشور اور بڑے سے بڑا جرنیل بھی جب حلقہ بگوش شاہ ہو جاتا ہے تو پھر وہ اختلاف کی طاقت کھو بیٹھتا ہے۔ بادشاہوں کی صحبت میں تو کلمۂ حق کہنے کے لئے بھی شاہ کی اجازت درکار ہوتی ہے۔ لہٰذا جب تک اقتدار کا سورج سوا نیزے پر رہتا ہے، بڑے سے بڑا حق گو بھی فقط چٹیں لکھنے اور جلال شاہی کے وقت سر جھکا کر چپ چاپ بیٹھے رہنے پر اکتفا کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس وقت سر اٹھانے کی جرأت کی تو اس کا سر سلامت نہیں رہے گا اور اگر سر بچ بھی گیا تو بھی وہ قربت شاہی سے ضرور ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اور ظاہر ہے ایوان اقتدار سے باہر کھڑے سیاستدانوں اور دریا کے خشک کناروں پر پڑی مچھلی میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ قربت شاہی میں زندگی بسر کرنے والے لوگ اس ماحول

> ہمارے تمام 'باضمیر' سیاستدانوں کا ضمیر صرف اپوزیشن میں جاگتا ہے۔ یہ لوگ اقتدار سے فارغ ہو کر سچ بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور جوں ہی انہیں اقتدار میں شامل ہونے کا دوبارہ موقع ملتا ہے، یہ لوگ اپنے ضمیر کو کسی گہری کھائی میں جا پھینکتے ہیں

اور اس ماحول کے پروٹوکول سے اتنے آشنا ہوتے ہیں کہ اگر انہیں کبھی بادشاہ سلامت خود بھی اختلاف رائے کا حق عنایت کر دیں تو بھی وہ چٹ لکھنے تک ہی محدود رہتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں اختلاف کا یہ حق کسی بھی وقت گستاخی میں تبدیل ہو سکتا ہے اور اقتدار کے ایوانوں میں گستاخی کی سزا موت ہوتی ہے۔ جسمانی یا سیاسی موت! روشن خیال اور وسیع القلب بادشاہ ڈاکوؤں کے اس سردار کی طرح ہوتے ہیں جس نے ڈاکے کا ایک منصوبہ بنایا، اپنے ساتھیوں کے سامنے رکھا اور آخر میں پوچھا، اگر کسی کو اعتراض ہو تو وہ کھڑا ہو کر اختلاف کر لے۔ میں بڑا لبرل سردار ہوں۔ میں اختلاف رائے کو ہمیشہ پسند کرتا ہوں۔ سردار کا اعلان سن کر ایک نوجوان ڈاکو کھڑا ہوا اور جرأت سے بولا، یہ ایک بالکل خام منصوبہ ہے اور مجھے یقین ہے اس منصوبے کے آخر میں ہم سب پکڑے جائیں گے۔ سردار نے بڑے تحمل سے اس کی بات سنی اور جب وہ نوجوان خاموش ہوا تو سردار نے جیب سے ریوالور نکالا، نوجوان ڈاکو کے سر کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ نوجوان پیچھے گر گیا۔ سردار نے ریوالور کی نلی پر پھونک ماری اور پسینہ پونچھتے ہوئے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر بولا ”کسی اور کو اعتراض ہو تو وہ بھی کھڑا ہو جائے“۔

میں پچھلے کچھ عرصے سے سابق حکومت میں شامل چند وزراء کو سچ بولنے کے ہیضے میں مبتلا دیکھ رہا ہوں۔ اعتراف جرم کا یہ معاملہ شروع میں شیخ رشید تک محدود تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے فرمایا تھا، لال مسجد آپریشن اور چیف جسٹس کی معطلی شوکت عزیز حکومت کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ پھر شیر افگن کا ضمیر جاگا۔ پھر وصی ظفر بولے۔ اس کے بعد آفتاب احمد شیر پاؤ بولنے لگے۔ پھر مخدوم فیصل صالح حیات نے اعتراف شروع کر دیا۔ اسی دوران سید مشاہد حسین نے پچھلی حکومت کی غلطیاں تسلیم کیں، پھر اعجاز الحق نے فرمایا کہ وہ لال مسجد آپریشن کے حوالے سے اپنے رویئے پر پشیمان ہیں اور معافی کے خواستگار ہیں۔ اب چوہدری شجاعت حسین کف افسوس مل رہے ہیں کہ کاش سانحہ لال مسجد کے وقت ہی استعفیٰ دے دیتے۔ صدر پرویز مشرف نے جون کے وسط میں میرے ساتھ ایک خصوصی ملاقات میں شوکت عزیز کی خامیوں کا اعتراف کیا۔ صدر صاحب کا کہنا تھا، میں نے شوکت عزیز کو تین بار پاکستان بلایا لیکن وہ خوف کا شکار ہیں۔ چنانچہ انہوں نے واپس آنے سے انکار کر دیا۔

میں نے جب سابق حکومت کے سابق وزراء کے منہ سے یہ اعترافی بیانات سنے تو مجھے خروشیف کا واقعہ یاد آ گیا اور میرا دل چاہا، میں ان حضرات سے پوچھوں، جب 9 مارچ کو چیف جسٹس کو معطل کیا گیا تھا یا جولائی میں مدرسہ حفصہ اور لال مسجد پر فوج کشی کی جا رہی تھی تو اس وقت آپ لوگ کہاں تھے؟ آپ اس وقت کیوں نہیں بولے؟ اس وقت صدر پرویز مشرف اور شوکت عزیز جو فیصلہ چاہتے تھے کر گزرتے تھے اور آپ خاموشی سے ان کے ہر فیصلے پر گردن ہلا دیتے تھے لیکن آج آپ کا ضمیر بھی جاگ گیا۔ آپ کو اپنی

غلطیوں کا احساس بھی ہو گیا ہے اور آپ میں اعتراف کی جرأت بھی پیدا ہو گئی ہے۔ واہ کیا لوگ ہیں آپ!

دنیا میں سچ کا ایک دور اور ایک وقت ہوتا ہے۔ اگر سچ اس وقت، اس دور میں نہ بولا جائے تو وہ سچ انکشاف تو کہلا سکتا ہے لیکن سچ نہیں۔ دنیا میں سقراط کہلانے کا حق صرف اس شخص کو پہنچتا ہے جو ایتھنز کے اس قید خانے میں اس وقت زہر کا پیالہ پیئے جب اس کے شاگرد فرار کے لیے دروازے کھلوا چکے ہوں اور منصور بھی صرف وہی شخص کہلا سکتا ہے جو موت کو انچ انچ اپنی طرف بڑھتا دیکھے لیکن مسلسل انا الحق کے نعرے لگا تا رہے۔ مجھے افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہمارے ملک میں سیاستدان تو بہت ہیں۔ ابوالفضل اور طوسی بھی بہت ہیں۔ انکشافات کرنے والے حق گو بھی بہت ہیں لیکن سقراط اور منصور کوئی نہیں اور یہ سچ ہے قوموں اور ملکوں کو جابر سلطان کے سامنے چٹیں لکھنے والے اور انکشاف کرنے والے ابوالفضل کی نہیں بلکہ درباروں میں سچ بولنے والے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ہم اس معاملے میں ایک بدقسمت قوم ہیں اور ہمارے تمام 'باضمیر' سیاستدانوں کا ضمیر صرف اپوزیشن میں جاگتا ہے۔ یہ لوگ اقتدار سے فارغ ہو کر سچ بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ معافیاں مانگنا شروع کر دیتے ہیں اور جوں ہی انہیں اقتدار میں شامل ہونے کا دوبارہ موقع ملتا ہے، یہ لوگ اپنے ضمیر کو کسی گہری کھائی میں جا پھینکتے ہیں۔ یہ اسے زمین کی سات تہوں میں دفن کر دیتے ہیں اور جب تک اقتدار میں ان کی شراکت برقرار رہتی ہے، یہ لوگ بادشاہ سلامت کی بڑی سے بڑی غلطی اور بڑی سے بڑی حماقت پر سر ہلاتے رہتے ہیں، واہ واہ کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جوں ہی بادشاہ سلامت کے پنجے اور دانت جھڑ جاتے ہیں تو ان لوگوں کا ضمیر دوبارہ جاگ اٹھتا ہے۔ اور یہ "میں نے کہا تھا، میں اس آپریشن کا مخالف تھا اور میں نے بڑا سمجھایا تھا" کا راگ الاپنے لگتے ہیں۔ ہم حقیقتاً ایک ایسی بدقسمت قوم ہیں جسے ہمیشہ نماز کے بعد وضو یاد آتا ہے اور تدفین کے بعد غسل۔

(بشکریہ روزنامہ "ایکسپریس")

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے رفیق گلزار احمد (نومسلم) کی اہلیہ کینسر کے مرض میں زیر علاج ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقائے تنظیم اسلامی سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے

بقیہ: اداریہ

بنک مارک اپ بجلی گیس کے نرخوں نے صنعتی تباہی مچادی ہے۔ بھارت اور بنگلہ دیش میں ٹیکسٹائل کی صنعت روز بروز ترقی پر ہے لیکن پاکستان میں یہ بند ہوا چاہتی ہے۔ بھارت میں اس وقت ڈالر 43 روپے، بنگلہ دیش میں 68.50 تک اور پاکستان میں 73.50 روپے ہے اور یہ تاریخ میں پہلی بار ہوا ہے کہ ہماری کرنسی بنگلہ دیش سے بھی کمزور ہو گئی ہے۔ بھارت کو اوورسیز ورکرز سے 30 بلین، بنگلہ دیش کو 8 بلین اور پاکستان کو 6 بلین وصول ہو رہا ہے۔ کبھی پاکستان اس حوالہ سے سرفہرست تھا۔ چند سال پہلے پاکستان بنگلہ دیش سے آگے تھا۔ آج ان میں سب سے کم پاکستان کو وصول ہو رہا ہے۔ تیل اور خوراک کی قیمتوں میں عالمی اضافہ کی وجہ سے بھارت اور بنگلہ دیش کا تجارتی خسارہ بھی بڑھا ہے لیکن وہ دوسرے ذرائع سے اس خسارہ کو پورا کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ پاکستان کا تجارتی خسارہ Out of control ہو رہا ہے۔ پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر میں زبردست کمی واقع ہو رہی ہے۔ پاکستان کے پاس اس وقت صرف 10 ارب ڈالر ہیں یعنی ہم صرف اڑھائی ماہ تک اشیاء امپورٹ کر سکتے ہیں۔ اس وقت اگر سعودی عرب 5.9 ارب ڈالر کی ادائیگی ایک سال تک ملتوی نہ کرتا تو انہی دنوں بھانڈا پھوٹ جانا تھا۔ اگر فوری طور پر امپورٹ میں کمی اور ایکسپورٹ میں اضافہ نہ ہوا تو عین ممکن ہے غیر ملکی بینک ہمارے لیٹر آف کریڈٹ آنر کرنے سے انکار کر دیں۔ یعنی معاشی طور پر ہم تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں اور ہم آغاز میں کہہ چکے ہیں کہ عالمی حالات اس ڈگر پر ہیں کہ معاشی طور پر کمزور ممالک جغرافیائی سلامتی قائم نہیں رکھ سکیں گے۔

یوں تو معاشرتی اور سماجی لحاظ سے بھی ہم روز اول سے روبہ زوال ہیں لیکن مشرف دور میں یہ زوال اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ قرآن پاک واحد آسمانی کتاب ہے جس میں معاشرتی اصول وضوابط بڑی تفصیل اور جامعیت سے بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن یورپ کی مصنوعی روشنیوں اور ظاہری چمک دمک نے ہمیں اندھا کر دیا ہے۔ خصوصاً مشرف دور میں روشن خیالی کے نام سے اسلام دشمن معاشرت کو اپنانے کی باقاعدہ مہم چلائی گئی۔ خاتونِ خانہ کو شمع محفل بنانے کی ترغیب دی گئی۔ مختلف حیلوں بہانوں سے بے حیائی اور عریانی کو عام کیا گیا۔ پردے کو دقیانوسی قرار دیا جا رہا ہے۔ اسمبلیوں میں خواتین کا 33 فیصد کوٹہ لازم کر دیا گیا جو دنیا میں کہیں بھی نہیں ہے۔ پاکستان ٹیلی ویژن اور دوسرے پرائیویٹ چینلز ایسے پروگرام نشر کر رہے ہیں جو افرادِ خانہ اکٹھے بیٹھ کر نہیں دیکھ سکتے۔ علاوہ ازیں اسلامی شعائر کو کھلے عام استہزا کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ بالفاظ دیگر پاکستانی معاشرت، اسلامی معاشرت سے بہت دور ہو گئی ہے۔ امیر کبیر اور سرکاری مراعات یافتہ طبقہ عرصہ سے اسی غیر اسلامی معاشرت کا رسیا ہو چکا ہے۔ اب متوسط طبقہ میں اس کے اثرات محسوس کیے جا رہے ہیں، جس سے خاندانی معاملات بُری طرح متاثر ہو رہے ہیں۔ بہرحال پاکستان کو سیاسی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے شکست و ریخت کا سامنا ہے۔ اس شکست کو فتح میں تبدیل کرنے کے لیے ہم عوام اور حکمرانوں کو خدمت میں بہت کچھ عرض کر چکے۔ اس مرتبہ کلام اقبال اُن کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردانِ حُر کی آنکھ ہے بینا

وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا

رفقاء تنظیم اسلامی نوٹ فرمالیں

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب

ہر جمعرات کو بوقت عصر تا عشاء

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی گڑھی شاہو (لاہور) میں

رفقاء سے ملاقات کے لیے موجود رہیں گے۔

اِس دوران امیر محترم سے ملاقات کے لیے رفقاء کو پیشگی وقت لینے کی ضرورت نہیں۔

حاصل پور حلقہ بہاولنگر میں شب بیداری پروگرام

21 اور 22 جون کی درمیانی شب حاصل پور میں شب بیداری پروگرام منعقد کیا گیا پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب امیر حلقہ جناب محمد منیر احمد کے درس قرآن سے ہوا۔ انہوں نے سورہ ابراہیم کی چند آیات کی روشنی میں گفتگو کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ اقامت کا کام ہم مسلمانوں ہی نے کرنا ہے۔ اس کے ذریعے اللہ یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ کون لوگ غیب میں رہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی مدد کرتے ہیں۔ درس قرآن تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا۔ اُس کے بعد درس حدیث ہوا، جس کی ذمہ داری راقم نے نبھائی۔ موضوع گفتگو ”غیبت“ تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد احادیث کی روشنی میں ”تواضع و انکساری“ کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ بعدازاں سجاد سرور نے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وہ پہلا خطبہ بیان کیا جو انہوں نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد لوگوں کے سامنے دیا تھا۔ کھانے کے آداب راقم نے پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد کھانے اور آرام کا وقفہ ہوا۔ رات کے آخری پہر رفقاء کو جگایا گیا۔ نماز تہجد کی ادائیگی کے بعد آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کا مذاکرہ ہوا۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن ہوا۔ اسی کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں 15 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ (رپورٹ: محمد رضوان عزمی)

فورٹ عباس حلقہ بہاولنگر میں ماہانہ شب بیداری پروگرام

3 جولائی بروز جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب تنظیم اسلامی فورٹ عباس کا ماہانہ اجتماع شب بیداری کی صورت میں مسجد ڈگی والی میں منعقد ہوا۔ مغرب کے بعد پروگرام کا آغاز ہوا۔ فورٹ عباس تنظیم کے امیر وقار اشرف نے درس حدیث دیا۔ انہوں نے حرام، حلال اور متشابہات کے حوالے سے حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ اللہ کی چراگاہ حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔ حرام چیزیں تو وہ ہیں جن سے ہمیں بہر صورت بچنا ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے ایک مسلمان شبہ میں ڈالنے والی چیزوں میں ملوث ہونے سے بھی پرہیز کرے۔ اس کے بعد راقم نے ”شرم و حیا“ کے متعلق گفتگو کی اور کھانے کے آداب بھی بیان کیے۔ کھانے کے وقفہ کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی۔ اس کے بعد امیر حلقہ منیر احمد نے درس قرآن دیا۔ انہوں نے ”قرآن و سنت کا باہمی تعلق“ کے موضوع پر سورۃ البیّنہ کی ابتدائی آیات کی روشنی میں گفتگو کی۔

سیرت صحابہؓ کے حوالے سے ملتزم رفیق جناب فرخ ضیاء نے گفتگو کی۔ انہوں نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کی شخصیت پر روشنی ڈالی۔ سونے کے آداب راقم نے بیان کیے۔ رات کے آخری پہر رفقاء کو بیدار کیا گیا۔ نماز تہجد کے بعد منہج انقلاب نبوی ﷺ پر مذاکرہ ہوا۔ راقم نے سیرت نبوی ﷺ سے چیدہ چیدہ نکات بیان کیے۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن کی ذمہ داری امیر حلقہ محمد منیر احمد نے نبھائی۔ اس کے ساتھ ہی یہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ اس پروگرام میں 30 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ (مرتب: محمد رضوان عزمی)

مروٹ حلقہ بہاولنگر میں ماہانہ شب بیداری پروگرام

4 جولائی جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب مروٹ میں ماہانہ شب بیداری پروگرام منعقد کیا گیا۔ یہ پروگرام گول مسجد میں ہوا۔ مغرب کی نماز کے بعد فہم دین کے حوالے سے امیر حلقہ کا مفصل لیکچر ہوا۔ جسے کم و بیش 60 افراد نے سنا۔ امیر حلقہ نے اپنے مخصوص انداز میں دین کا جامع تصور، فریضۂ اقامت دین اور اس مقصد کے لیے ایک مضبوط جماعت کی ضرورت و اہمیت کو حاضرین مجلس پر واضح کیا۔ نماز عشاء کے بعد مروٹ کے رفیق محمد مقصود احمد نے درس حدیث دیا۔ محمد ایوب نے سیرت صحابہؓ کے حوالے سے حضرت سلمان فارسیؓ کی شخصیت کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد کھانے اور آرام کا وقفہ ہوا۔ اگلی صبح فجر کی نماز کے بعد راقم نے درس قرآن دیا۔ اس کے ساتھ ہی پروگرام کا اختتام ہوا۔ اللہ ہماری اس سعی و جہد کو قبول فرمائے۔ (مرتب: محمد رضوان عزمی)

امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ ایبٹ آباد

28 جون 2008ء بروز ہفتہ امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید، ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی اور ناظم حلقہ پنجاب شمالی خالد محمود عباسی کے ہمراہ ایبٹ آباد تشریف لائے۔

پروگرام کا آغاز بعد نماز مغرب المیزان پبلک سکول اپر ملک پورہ ایبٹ آباد میں محمد ہارون قریشی کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ بعدازاں مقامی امیر ذوالفقار علی نے ایبٹ آباد تنظیم کا تعارف پیش کیا اور مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد تعارفی نشست ہوئی۔ امیر محترم نے فرداً فرداً ہر رفیق سے تعارف حاصل کیا۔ 16 رفقاء اس پروگرام میں شریک ہوئے۔ سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ امیر محترم نے رفقاء کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیے۔ بعد نماز عشاء شرکاء کو کھانا دیا گیا۔ دُعا پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ امیر محترم نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک مقامی رفیق ضیاء الحق کے ہاں قیام کیا اور صبح سویرے واپسی کے لیے عازم سفر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ معزز مہمانوں اور رفقاء کی یہ سعی و جہد اپنے دربار میں قبول و منظور فرمائے اور اسے ہم سب کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین (مرتب: اسد قیوم)

تنظیم اسلامی سیالکوٹ جنوبی کی ماہانہ شب بیداری

28 جون 2008ء کو نماز مغرب کے بعد ماہانہ شب بیداری کا آغاز حسب معمول تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعدازاں کلیم انجم نے ”مسلمانوں کو پستی کا واحد حل“ کے موضوع پر درس دیا۔ کامران بٹ نے ”اطاعت رب“ کے ضمن میں مختصر گفتگو کی۔ بعد میں نعیم صفدر بھٹہ نے ”عبادت“ کو موضوع گفتگو بنایا اور اس کے معانی و مفہوم کی وضاحت کی۔

نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد شرکاء کو کھانا دیا گیا۔ کھانے کے بعد حافظ ذوالفقار شاہد نے ”علامہ اقبال، قائداعظم اور نظریۂ پاکستان“ کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج ایک خطرناک میڈیا مہم چل رہی ہے کہ قائداعظم پاکستان کو ایک سیکولر اسٹیٹ بنانا چاہتے تھے، حالانکہ ان کے ایسے بے شمار بیانات موجود ہیں جن میں انہوں نے دوٹوک انداز سے اس امر کو واضح کیا کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہوگی اور اس کا آئین قرآن پاک ہوگا۔

عثمان منظور کا موضوع تھا: ”عظمتِ قرآن“۔ انہوں نے کہا کہ آج ہم تمام تر کوششیں اس بات کے لیے کرتے ہیں کہ ہمیں انگریزی زبان سمجھ میں آجائے، لیکن اللہ کی کتاب کو سمجھنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے، اور یہ بڑے دکھ کی بات ہے۔ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ یہ الھدیٰ ہے۔ جب تک ہم اسے سمجھ کر نہیں پڑھیں گے اس سے صحیح معنوں میں استفادہ نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں جان لینا چاہیے قرآن ہی وہ کتاب ہے کہ جس کے ذریعے سے اللہ قوموں کو عروج عطا کرتا ہے۔ بعدازاں محمد افتخار نے مختصراً تقویٰ کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیا۔ علی شاہد نے حسن خلق کو موضوع گفتگو بنایا۔ رات سوا بارہ بجے یہ محفل اختتام پذیر ہوئی۔ (رپورٹ: اعجاز عنصر)

ایرانی میزائیلوں کے تجربے

پچھلے ہفتے ایرانیوں نے اپنے جدید ترین میزائلوں کے کامیاب تجربے کیے۔ ان میں شہاب سوم میزائل بھی شامل ہے۔ یہ میزائل دو ہزار کلومیٹر سے زیادہ کی حد مار رکھتا ہے۔ لہٰذا یہ اسرائیل تک بآسانی پہنچ سکتا ہے۔ یہ میزائل ایک ٹن تک وزنی بم لے جانے پر قادر ہے۔ ایرانیوں نے ایسے میزائلوں کے تجربے بھی کیے جو بحری جہاز سے چھوڑے جاتے ہیں۔

ان تجربات کے ذریعے دراصل ایرانی حکومت نے اپنے دشمنوں خصوصاً اسرائیل پر واضح کر دیا کہ اُسے ہرگز کمزور نہ سمجھا جائے بلکہ وہ اپنے دفاع کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ اُدھر اسرائیلی ان میزائلوں کے تجربے کرنے میں مصروف ہیں جو آنے والے میزائل تباہ کر سکیں۔

دوسری طرف امریکی حکومت نے ایرانی تجربات کو فراڈ قرار دیا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ ایرانی میزائل شہاب سوم دراصل شمالی کوریا کے نوڈونگ اوّل میزائل کا چربہ ہے جو زیادہ سے زیادہ 1200 کلومیٹر کی مار رکھتا ہے۔ (اگرچہ صرف 1045 کلومیٹر دور اسرائیل پھر بھی اس کی حد مار میں آ جاتا ہے) نیز امریکیوں کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ایرانیوں نے کوئی تجربات نہیں کیے بلکہ 1998ء میں جو تجربے کیے تھے، انہی کی ویڈیو دکھائی گئی ہے۔

فرانسیسی تعصب کی ایک مثال

فرانس میں فرد اور حکومت کے مابین تنازع طے کرنے والی عدالت دی کونسل آف اسٹیٹ نے اس بنیاد پر ایک مسلمان مراکشی خاتون کو فرانسیسی شہریت دینے سے انکار کر دیا ہے کہ وہ برقع اوڑھتی اور اپنے شوہر کے تمام احکامات پر عمل کرتی ہے۔ یہ خاتون ایک فرانسیسی مسلمان سے شادی کر کے 2000ء میں فرانس آئی تھی۔ اب اس کے تین بچے ہیں۔

اس تیس سالہ خاتون نے 2005ء میں فرانسیسی شہریت حاصل کرنے کے سلسلے میں درخواست دی مگر وہ نامکمل معلومات فراہم کرنے کے ”جرم“ میں مسترد کر دی گئی۔ اس پر خاتون کونسل آف اسٹیٹ میں اپنا معاملہ لے گئی۔ مگر وہاں تعصب پسند جج بیٹھے تھے، انہوں نے فیصلہ اس کے خلاف دے دیا۔

فرانسیسی آئین کے تحت ہر شہری کو آزادی سے اپنی مذہبی رسومات ادا کرنے اور اپنانے کی اجازت ہے۔ مگر مسلمان یا اسلام کا معاملہ آئے، تو فرانسیسی حکومت اور اعلیٰ حکام کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھ جاتی ہے، ان کی تمام انسانیت رخصت ہو جاتی ہے اور وہ انتہا پسند عیسائی بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو پھر نجانے کیوں حقوق انسانی کے چیمپئن اور جمہوریت پسند کہا جاتا ہے؟

بوسنیا میں مزید الم ناک لمحے

11 جولائی کو تیس ہزار سے زائد بوسنیائی مسلمانوں نے سانحہ سربرینکا کی تیرہویں برسی منائی۔ اس موقع پر ان 308 مسلمانوں کی لاشوں کو دفنایا گیا جو حال ہی میں ایک گڑھے سے دریافت ہوئی ہیں۔ ان کی عمریں 15 سے 84 سال کے درمیان تھیں۔

یاد رہے، 1995ء میں وحشی اور جنونی بوسنیائی سربوں نے سربرینکا میں انتہائی بے دردی سے آٹھ ہزار سے زائد مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ یورپ میں جنم لینے والا خوفناک ترین سانحہ سمجھا جاتا ہے۔ اس بار خطرہ تھا کہ کہیں غنڈے بوسنیائی سرب ہنگامہ نہ کر دیں۔ وجہ یہ ہے کہ پچھلے ہی ہفتے اقوام متحدہ کی خصوصی عدالت نے سربرینکا میں مسلم افواج کے کمانڈر ناصر اورک کو باعزت طور پر رہا کر دیا تھا۔

کشمیر پر براہ راست حکمرانی

مقبوضہ کشمیر میں تحریک آزادی کی نئی لہر نے بھارتی حکومت کو حواس باختہ کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے وادی میں اپنی براہِ راست حکومت نافذ کر دی ہے۔ 1989ء میں تحریک آزادی جنم لینے کے بعد یہ تیسرا موقع ہے کہ کشمیریوں کی جدوجہد اور احتجاجی جلسے جلوسوں سے گھبرا کر ڈائریکٹ رول قائم کیا گیا ہے۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مندر کو زمین فراہم کرنے کے معاملے پر ایک مقامی پارٹی، پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی حکومت سے الگ ہو گئی تھی۔ نتیجتاً حکمران جماعت اقلیت میں آ گئی۔ یہ دیکھ کر وادی کے گورنر نے اسمبلی ہی توڑ دی۔ اب سال رواں کے آخر میں انتخابات ہوں گے تو پھر یہ براہ راست حکومت ختم ہو گی۔

صدر حسن البشیر کے خلاف وارنٹ گرفتاری

اخباری اطلاع کے مطابق ہیگ میں قائم انٹرنیشنل کرمنل کورٹ کے پراسیکیوٹر سوڈانی صدر حسن البشیر کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کروانے کے سلسلے میں درخواست دینے والے ہیں۔ یہ وارنٹ گرفتاری دارفر میں جاری خانہ جنگی کے ضمن میں ہوں گے۔ اس خبر پر سوڈانی حکومت نے شدید ناراضی کا اظہار کیا ہے۔ سوڈانی وزیر خارجہ، سامانی واصلہ کا کہنا ہے ”اگر صدر حسن بشیر کے خلاف کوئی فیصلہ ہوا، تو امن کا عمل تباہ ہو جائے گا۔ ایسی صورت حال میں ہم بھی کورٹ سے تعاون نہیں کریں گے۔“

اقوام متحدہ کا دعویٰ ہے کہ ڈارفر کی خانہ جنگی کے باعث تین لاکھ افراد ہلاک ہو چکے ہیں جبکہ بائیس لاکھ اپنے گھر بار سے محروم ہو گئے۔ سوڈانی حکومت کا کہنا ہے کہ اس قضیے میں دس ہزار لوگ مارے گئے ہیں۔

اگر انٹرنیشنل کرمنل کورٹ نے صدر حسن البشیر کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیے تو یہ اپنی نوعیت کا پہلا موقع ہوگا کہ کسی حاضر صدر کے خلاف الزام لگایا جائے گا۔ اُدھر اقوام متحدہ کو یہ تشویش لاحق ہے کہ اگر ایسا ہوا تو سوڈانی فوج دارفر پر حملہ کر سکتی ہے۔ یوں امن کا عمل ختم ہو جائے گا۔

عراق سے اضافی امریکی فوج کی واپسی

بش انتظامیہ رواں سال ستمبر کے آغاز میں اضافی فوج عراق سے واپس بلانے کی منصوبہ بندی کر رہی ہے، جنوری تک بش کی مدت ختم ہونے سے قبل زیادہ سے زیادہ تین بریگیڈ فوج واپس بلائی جائے گی۔ افغانستان میں طالبان کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے باعث امریکا افغانستان میں فوج بھیجنے کی تیاری کر رہا ہے۔ اس وقت عراق میں ایک لاکھ چالیس ہزار امریکی فوجی جبکہ افغانستان میں چالیس ہزار امریکی فوجیوں کے ساتھ 40 مغربی ملکوں کے تیس ہزار فوجی تعینات ہیں۔

یمن میں شراب پیش کرنے پر چینی ریسٹوران بند

یمن کے دارالحکومت صنعا میں دو چینی ریسٹوران شراب فروشی کے الزام میں بند کر دیے گئے۔ اخلاقیات کمیٹی نے شہر کے جنوبی علاقے میں شنگھائی اور بیجنگ ریسٹوران بند کر دیے۔ کمیٹی نے بتایا کہ ریسٹوران میں شراب کی سروس منکرات کے زمرے میں آتی ہے اس لیے ان کا بند کیا جانا لازمی تھا۔ اخلاقیات کمیٹی اسلامی شریعت اور اخلاقیات کے خلاف اقدامات کی روک تھام کے لیے کام کرتی رہی ہے۔ کیا ہمارے ہاں کوئی ایسی کمیٹی نہیں بنائی جا سکتی؟

happening all along, unless one argues that the most lethal intelligence service in the world has suddenly become completely impotent.In other words, regardless of the public pronouncements of the Bush administration and the American press, within the American establishment the analysis of the situation has probably been something like this: recognise that the Pakistani establishment has intricate ties with its Jihadi proteges and it continues to pursue well-established foreign (read strategic depth to the west and bleeding India to the east) and domestic (read weakening secular and potentially radical political trends) policy objectives through Jihad. Accordingly, the Americans have pursued a mixed policy of coaxing a break from the patronage of Jihad (by doling out large amounts of aid, mostly military) and some old-fashioned arm-twisting (in the form of the occasional strike inside Pakistani territory).Of course in recent times patience has started to wear thin, at least partially because public opinion within the US has turned sharply against Pakistan's generals, particularly after the sacking of the Chief Justice Iftikhar Muhammad Chaudhry last March. Thus presidential hopefuls like Barack Obama have adopted hawkish postures so as to play to the gallery, while the Pentagon has ordered more direct action. But still there is no immediate sign that the Americans have completely lost faith in their Pakistani counterparts. This necessarily raises the question: what exactly is the whole 'war on terror'? Discerning observers will note that the Americans are currently more concerned with attacks from Pakistani territory than 'extremists' in Afghanistan itself. In general, the American strategy in Afghanistan has not been to eliminate militancy but only to regulate it to its self-perceived benefit. Thus as has been pointed out ad nauseam, the American-backed Karzai administration controls only a fraction of Afghanistan's territory, whereas the rest of the country is subject to old colonial-style 'indirect rule'. whereby many 'extremists' are being co-opted into vaguely accepting the sovereignty of the Kabul-based regime. In other words, there is no such thing as 'terror', only ex-proteges that cannot be tamed. And the 'Pakistani Taliban' are currently top of the list of 'terrorists', because they are not necessarily dancing to Washington's tune.Meanwhile the Pakistani military -- or at least fragments of it -- are quite clearly continuing to patronise Jihadi groups, cracking down upon them in highly publicised 'military operations' only when the pressure from Washington reaches a crescendo. But short of saying as much, Rawalpindi (this is, of course, the home of GHQ; the political leadership in Islamabad is virtually a non-actor) has made it clear to Washington that its long-standing ties with Jihadi groups cannot be severed, or at least not yet. Thus supporting a 'military operation', such as that currently underway in the Khyer Agency -- like the one that previously took place in Swat and earlier ones in other parts of the Pakhtun belt -- without actually understanding who the antagonists are, indeed, if they are actually antagonists, is quite naive. If nothing else, it reflects an ignorance of just how little power has shifted away from the military towards the newly elected coalition government.Then there is the question of the Jihadis. Many people rightfully point out that even if 'Jihadi group' were created by the establishment and imperialism, many may now have turned against their former masters. This is true and this is why the state of affairs on the ground is so complex. Having said this, recently released reports on individuals and groups that have renounced Jihad violence prove that in many cases, Jihadis were being manipulat[...] forces external to them, ev[...] they themselves believed in [...] cause. In any case, suppo[...] 'military operations' against Ji[...] led by the very forces that [...] given rise to millenarian viol[...] and are far from committed t[...] elimination is simply an unten[...] option in light of the his[...] outlined above.Of co[...] indiscriminate violence perpetr[...] by Jihadis is unacceptable [...] should one say, viole[...] perpetrated by Jihadis at the be[...] of shadowy forces associated w[...] the intelligence agencies), and m[...] be condemned. Neither [...] progressives tolerate [...] obscurantist vision of social chan[...] that Jihad groups propagate. [...] Jihadism and the machinations [...] the establishment cannot [...] separated. Besides [...] overwhelming evidence fr[...] around the world is that 'surgic[...] strikes' inspired by the Emp[...] always produce 'collateral damag[...] rather than successfully hittin[...] 'military' targets.It is not [...] coincidence that Jihadi violenc[...] military operations-- an[...] Washington's prodding alway[...] follow a predictable pattern. O[...] course it is not a total conspirac[...] either, but it is definitely more complex than the narrative posite[...] by those who insist on the necessity of 'military operations'. Only when the Empire and the military's stranglehold over the politics and economics of [illegible]ion is undone, can a me[illegible] policy of isolating the J[illegible] root. And isolating Jihadis is a far more successful strategy than launching sporadic military operations will ever be. If we have learnt anything from history, it is that imperialism and its client colonial Pakistani Army cannot be trusted, and the spectre of millenarian violence will only decrease when we reclaim Pakistan and the region from the American and Pakistani military establishments.(The News)

: 17 Regd. No. LRL -50 NO. 29

eekly Nida-e-Khilafat Lahore

ew Point

By Aasim Sajjad Akhtar

"Whence extremism?

the situation in the tribal tun areas worsens, a clear e has emerged within ressive circles as to the opriate response to the conflict. the heart of this divide are rasting perspectives on the nt geo-political history of stan and the wider region, and it affects the present. Needless say the impact of divergent orical perspectives on political itions is considerable, and ich of the two major spectives wins out will ermine which political position gressives should take on the tter.In short on one side of the vide are those who say that the ggest enemy of the Pakistani ople and a progressive vision for kistan is the American Empire, hile on the other are those who gue that, even if imperialism is an ti-people force and is intervening the region for its own self-rving reasons, religious xtremists' are at least as big a reat to 'civilised' society and in ct are the most immediate enace that Pakistan faces.As such herefore, the 'military operation' hat is ongoing in the Khyber and other agencies is completely rejected by the first camp, because it clearly represents Washington's agenda and is said to be targeting a large number of innocents. Conversely the latter group supports the operation under the guise that it is high time that 'Talibanisation' be stopped. Indeed those opposing the military operations are called 'apologists' and accused of not having the stomach to stand up to the Taliban.Of course I paint in broad strokes quite deliberately to highlight the basic differences between the two camps, but in reality the situation is far more complex. As big a player as the American Empire and the militants is the Pakistan Army, which maintains a relationship with both. And to get to the bottom of this divide and establish the merits of both perspectives, it is necessary to recall how the relationship between the Pakistani Army, imperialism and Jihadi forces has evolved (I have undertaken very similar analyses in the past on these pages, but the current renewal of interest in the debate demands a revisiting of these themes).It is now a well-known fact that Washington and ruling classes in the Muslim world started patronising 'political Islamists' from the late 1950s onwards. The objective was simple: the secular, radical anti-imperialist political currents that prevailed in many Muslim countries needed to be undermined. Groups such as Hamas and Muslim Brotherhood were given covert support by Arab governments and their imperial patron, with many cadres often kept in the dark about the source of assistance.In Pakistan, as early as the 1970 election, Islam-pasand parties were given funds and other institutional support by the military establishment to defeat the secular PPP and Awami League. Indeed Jihadi groups were being explicitly cultivated by the establishment with the knowledge of the Empire by the early 1970s, well before the start of the Afghan Jihad. It was of course after 1978 that this policy took off, but it would be a mistake to think that Jihad was systematically promoted only to serve Pakistan's perceived foreign policy needs. Indeed 'Islamisation' under the Zia regime served the explicit purpose of demobilising what was then a very politicised society.It is now also a well-known fact that Washington proceeded to abandon its Afghan War proteges following the Soviet pullout in 1988 (a fact popularised by Hollywood depictions such as Charlie Wilson's War). And this is where the story starts to get hazy. In fact the mainstream press only picks up the story again following the September 11 attacks when George W Bush is said to have 'encouraged' Pakistan's military rulers to stop patronising Jihadi groups and indeed assist Washington in doing away with them entirely.In fact successive American administrations after 1988 were not only well aware of the ongoing patronage of religious militancy in Pakistan and Afghanistan, but were actually part and parcel of the whole game. Scholars have documented how the US initially welcomed the Taliban regime into power, only to turn against it due to a combination of bad press and divergent interests. So when the Americans started bombing targets in the Pak-Afghan border region in 1998, they knew quite well that they were attacking elements hand-in-glove with the Pakistani establishment.Now almost seven years after the start of the so-called 'war on terror', the American press and a segment of Washington's political establishment are up in arms over the Pakistani military's dubious performance in undoing the 'terror' nexus, some of the most outspoken commentators even declaring that the Americans are being taken for a ride. But of course the military establishment in Washington has known exactly what has been